مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال فقہی تالیف

"فاکھۃ البستان"

محمد احمد رضا ۞

ABSTRACT

The article attempts to introduce an unexplored manuscript of a well known Sindhī Ḥanafī jurist of the medieval age, Makhdūm Hāshim Ṭhathvī. The manuscript that bears the title *Fakiha al-Bustān*, deals with the legal prescriptions on slaughtering, preying and identification of *Ḥalal* and *Ḥarām* animals. While focusing on the various aspects of its methodology, the article reveals that the work understudy had been produced after consulting a wide range of academic works available at that time, a fact that sheds light on the highly prolific personality of the scholar.

باب الاسلام خطۂ سندھ نے جو نابغۂ روز گار شخصیات پیدا کیں اور ان شخصیات نے عالم اسلام کے لیے جو قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان پاکیزہ ہستیوں میں سے حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰۴ھ۔۱۱۷۴ھ) کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہوا اور انھوں نے جو گراں مایہ خدمات سرانجام دیں، وہ اہلِ علم کے ہاں محتاجِ بیاں نہیں ہیں۔ اس لیے ان چند صفحات میں حضرت مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح نگاری کے بجائے ان کی ایک بے مثال فقہی تالیف "فاکھۃ البستان" کا تعارف مقصود ہے (جو قلمی نسخوں کی صورت میں برصغیر پاک وہند کے کتب خانوں کی زینت ہے اور ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔) تاہم ابتدا میں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ تالیف پر کچھ روشنی ڈالنا دو وجہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱- موصوف کے بارے میں لکھنے والوں نے عام طور پر اس پہلو کو موضوعِ سخن نہیں بنایا۔

۲- زیرِ نظر کتاب "فاکھۃ البستان" اسی طرزِ تالیف کا ایک عظیم شاہ کار اور اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، لہٰذا یہ بحث اصل موضوع کے لیے مقدمے کی حیثیت رکھتی ہے۔

۞ لیکچرار، ڈگری کالج کلّور کوٹ، بھکر

اس لیے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ تالیف پر کچھ گفتگو کے بعد ہم "فاکهة البستان" پر اپنا جائزہ پیش کریں گے۔

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ تالیف

محققین کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ قدیم دور کے سندھی علمائے کرام میں سے جتنی زیادہ اور نوع بہ نوع تصنیفی و تالیفی خدمات، سیوطیِ سندھ علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئیں، اتنی کسی دوسرے عالم کے حصے میں نہ آسکیں۔ تفسیر و حدیث، سیرت و تاریخ، فقہ و اصول، تجوید و علم قراءت، ادب و انشا، فلسفہ و منطق غرض کہ اس وقت کے رائج علوم وفنون میں سے ہر ایک پر، عربی، فارسی اور سندھی، تینوں زبانوں میں ایسی گراں قدر تصانیف و تالیفات، حواشی و تعلیقات موصوف کے قلم گوہر بار سے معرض وجود میں آئیں کہ ان کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے۔[۱] اتنی کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود موصوف کی یہ تالیفات درج ذیل خوبیوں کی حامل ہیں:

١. موضوع سے متعلق معلومات کا وسیع ذخیرہ
٢. موضوع کے صحیح اور مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے غیر صحیح اور منفی پہلوؤں کی وضاحت
٣. صحیح اور غیر صحیح کے درمیان فرق کرنے کے لیے نقل و روایت کے ساتھ ساتھ عقل و درایت کا بہ طور معیار استعمال
۴. اختصار کے ساتھ ساتھ حسنِ ترتیب

ان تمام خوبیوں کے اجتماع کی پہلی وجہ خداداد صلاحیتوں کے علاوہ توفیقِ الٰہی اور دوسری وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ موصوف، پیشِ نگاہ موضوع کا مواد جمع کرنے کے لیے اس موضوع کے اوّلین و ثانوی، مشہور و غیر مشہور، معتبر و غیر معتبر؛ ہر طرح کے مراجع جس حدّ تک میسر ہوں، اپنے سامنے رکھتے ہیں، بلکہ ایسی کتابوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں جن سے بہ ظاہر موضوع کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔[۲] پھر اپنی تالیف کے لیے ایک ایسا خاکہ تیار کرتے ہیں جس کے دو حصے ہوں، ایک حصے کو صحیح اور مثبت معلومات کے لیے جب کہ دوسرے حصے کو غیر صحیح اور

١- محمد ادریس سومرو، "مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی مطبوعہ تصانیف"، اردو ترجمہ: مفتی کلیم اللہ سندھی، سہ ماہی منبر الاسلام، کراچی، جلد نمبر ۲، شمارہ ۲-۴ (اپریل ۲۰۰۴ء تا دسمبر ۲۰۰۴ء) ص ۲۸

٢- "فاکهة البستان" اور مظهر الأنوار کے شروع میں حضرت مخدومؒ کی طرف سے دی گئی فہرستِ مراجع پر ایک نظر ڈالنے کے بعد اس بات میں کسی ابہام کی گنجائش نہیں رہتی۔

سلبی معلومات کے لیے مخصوص کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ان متعدد کتب سے حاصل ہونے والی معلومات کو نقل و روایت کے ساتھ ساتھ عقل و درایت کے اصولوں پر پرکھتے ہوئے اس خاکے میں ڈھالتے جاتے ہیں، اور نہایت ہوش مندی اور بیدار مغزی سے کام لیتے ہوئے صحیح و غیر صحیح، معتبر و غیر معتبر، کھرے اور کھوٹے کے درمیان ایسی واضح لکیر کھینچ دیتے ہیں کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے، موضوع کے مثبت نتائج مزید پختہ ہو کر اور منفی نتائج مزید کم زور ہو کر سامنے آتے ہیں، موضوع سے اس طرح شناسائی ہوتی ہے اور سینکڑوں صفحات کی منتشر معلومات اس طرح یک جا ملتی ہیں کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا جس کی بدولت وہ تالیف اس موضوع پر ایک بہترین اور بھرپور دائرۃ المعارف کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اختصار اور حسنِ ترتیب کے ساتھ جامعیت اور ہمہ گیری، حضرت مخدومؒ کی تالیفات کا خاصہ معلوم ہوتی ہے۔ چناں چہ ان کی کسی تالیف سے اسی موضوع پر کسی متقدم یا متاخر عالم کی تالیف کا موازنہ کرنے سے یہ بات مزید کھل کر سامنے آتی ہے۔ نمونے کے طور پر ایسے چند موازنے درج ذیل ہیں:

۱- حديقة الصفا في أسماء النبي المصطفى[۳]

آں حضرت ﷺ کے اسمائے گرامی کی تدوین و تشریح سیرت نگاروں کا مستقل موضوع ہے۔ اس کے لیے سیرت کی بڑی کتابوں میں ابواب مختص کرنے کے علاوہ مستقل رسائل بھی تالیف کیے گئے ہیں۔ مذکورہ رسالے میں حضرت مخدوم محمد ہاشمؒ نے آں حضرت ﷺ کے گیارہ سو اسی کے لگ بھگ ذاتی و صفاتی اسمائے گرامی جمع کیے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق موصوف سے پہلے اور ان کے بعد کے کسی مؤلف نے اس عدد تک اسمائے گرامی جمع نہیں کیے؛ چناں چہ ان سے قبل اس موضوع پر قلم اٹھانے والوں میں سے علامہ ابن دحیہ (۵۴۴ھ-۶۳۳ھ) نے المستوفى في أسماء النبي المصطفى میں تین سو سے زائد، حافظ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے الرياض الأنيقة في أسماء خير الخليفة میں تین سو چالیس، حافظ شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۳ھ) نے القول البديع میں چار سو تیس اور علامہ محمد بن یوسف شامی (م ۹۴۲ھ) نے سبل الهدى والرشاد میں آٹھ سو سے کچھ زائد اسمائے مبارکہ جمع کیے، جب کہ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد والوں میں سے یوسف بن

۳- اس رسالے کا پہلا ایڈیشن **باغ ہی باغ** کے نام سے مولانا مفتی محمد جان نعیمی نے ڈیمی سائز کے ۲۷ صفحات پر ۱۴۱۷ھ میں مفتی اعظم سندھ اکیڈمی، دار العلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر، کراچی سے شائع کیا تھا، جس میں صرف فارسی مقدمے کا اردو ترجمہ کیا گیا تھا، جب کہ اس کا دوسرا ایڈیشن اس کے اصل نام سے مکتبۃ الرازی، بنوری ٹاؤن کراچی سے ۱۴۲۸ھ میں ۱۸۸ صفحات پر شائع ہوا، جس میں راقم کی طرف سے تمام اسمائے گرامی کا اردو ترجمہ اور ناشر کی طرف سے دیگر اضافہ جات بھی شامل ہیں۔

اسماعیل نبہانی (۱۲۶۵-۱۳۵۰ھ) نے اپنے قصیدے أحسن الوسائل في نظم أسماء النبي الكامل میں آٹھ سو چوبیس اور الأسمى فيما لسيدنا محمد ﷺ من الأسماء میں آٹھ سو ساٹھ اور علامہ محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۹ھ) نے قصیدہ حُسنی میں پانچ سو سے زائد اور البركات المكية في الصلوات النبوية میں آٹھ سو چار اسمائے گرامی جمع کیے ہیں،[۴] مؤخر الذکر دونوں حضرات کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ ان کے پیش نظر نہیں رہا۔[۵]

۲- ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول (فارسی)

پانچ فصلوں پر مشتمل درود و سلام کا یہ مجموعہ اپنے سے قبل کے مجموعوں کے درمیان ایک جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ اس سے قبل حافظ ابن قیم (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) کی جلاء الأفهام في فضل الصلوة والسلام على خير الأنام، علامہ مجد الدین فیروز آبادی (۷۲۹ھ-۸۱۷ھ) کی الصلات والبشر في الصلوة على سيد البشر، حافظ شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۳ھ) کی القول البديع في الصلوة على الحبيب الشفيع اور علامہ ابن حجر مکی (۹۰۹ھ-۹۹۴ھ) کی الدر المنضود في الصلوة والسلام على صاحب المقام المحمود وغیرہ کتب نہ صرف مطبوع و متداول ہیں بلکہ اپنی قدامت اور دیگر کئی خصوصیات کی بنا پر نہایت اہم بھی ہیں، لیکن اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت اور حسن ترتیب کا جو نمونہ ذریعۃ الوصول میں پایا جاتا

۴- حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی، القول البديع في الصلوٰة على الحبيب الشفيع، سیالکوٹ، لاثانی کتب خانہ، ص ۲۷؛ حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبد اللہ چلپی (متوفی ۱۰۶۷ھ)، کشف الظنون عن أسامي الكتب و الفنون، بیروت، دار إحياء التراث العربي، ج ۱، ص ۹؛ یوسف بن اسماعیل نبہانی، أحسن الوسائل معه الأسمى، بیروت، دار ابن حزم، ۱۴۱۵ھ، ص ۲۳، و ص ۵۹ تا ۶۱؛ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی، البركات المكية، لاہور، ادارۃ التصنیف و الادب، ۱۴۲۲ھ، ص ۵۶-۶۱

۵- مخدوم محمد ہاشمؒ نے اپنے مذکورہ رسالے کی ایک ضخیم فارسی شرح بھی وسيلة الفقير في شرح اسماء النبي البشير کے نام سے تالیف کی، جس میں ان تمام اسمائے گرامی کے مصادر بیان کیے ہیں، اور تشریح کے دوران میں ان کے عجیب و غریب فوائد اور خواص بھی بیان کیے ہیں۔ یہ شرح ابھی تک طبع نہیں ہوئی، اس کا ایک قلمی نسخہ علامہ آئی آئی قاضی لائبریری، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو میں ۶۶۲ نمبر کے تحت موجود ہے، جو اسمائے گرامی کے ترجمے کے دوران راقم کے زیرِ مطالعہ رہا ہے۔

ہے وہ ان میں سے کسی میں نہیں۔ چناں چہ جامعیت کا یہ عالم ہے کہ اس میں جہاں ایسے درود شریف مذکور ہیں جو قابل اعتماد اور معتبر روایات سے ثابت ہیں لہٰذا ان کو عمل میں لایا جاسکتا ہے، وہیں ایک فصل، درود شریف کے ایسے کلمات کے بارے میں بھی ہے جو خود ساختہ اور ناقابل اعتبار روایات سے منقول ہیں اور ان سے بچنا ضروری ہے۔ یہی وہ طرزِ تالیف ہے جس کی نشان دہی ہم کرنا چاہ رہے ہیں۔

۳-جنة النعيم في فضائل القرآن الكريم

قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیات کے فضائل اور خواص کے بارے میں منقول احادیث کا یہ قیمتی ذخیرہ، جو ابھی تک تشنۂ طباعت ہے،[۶] دو فصول پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی حضرت مخدومؒ نے اسی طرزِ تالیف کی پیروی کرتے ہوئے کتبِ حدیث کو کھنگال کر پہلی فصل میں ایسی احادیث اور روایات کو درج کیا جو ان کی نظر میں کسی حد تک درجۂ استناد کو پہنچتی ہیں، جب کہ دوسری فصل میں ایسی احادیث اور روایات کو جمع کیا ہے جنھیں محدثینِ کرام نے ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے؛ جب کہ تقریباً اسی موضوع پر حافظ ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۷ھ-۲۲۴ھ) کی، فضائل القرآن حافظ ابوالعباس مستغفری (۳۵۰ھ-۴۳۲ھ) کی فضائل القرآن اور علامہ یافعی (۶۹۸ھ-۷۶۸ھ) کی الدر النظيم في خواص القرآن الكريم وغیرہ مطبوع ہیں، لیکن اپنے وسیع مواد اور معتبر و غیر معتبر کے درمیان اس تفریق کی بنا پر جنة النعيم ان سب کتب میں ممتاز نظر آتی ہے۔[۷]

"مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر یہ چند تقابلی جائزے پیش کیے گئے ہیں، جب کہ جناب مخدومؒ کی دیگر تالیفات بالعموم اور فقہی تالیفات بالخصوص یہی رنگ لیے ہوئے ہیں، جن میں سے حياة القلوب إلى زيارة

۶- ابو محمود محمد شکور میادینی نے هبة الرحمن الرحيم من جنة النعيم في فضائل القرآن الكريم کے نام سے اس کا اختصار کیا ہے، جو مکتبۃ المنار اردن سے ۱۴۰۷ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس اختصار میں اصل کتاب کی کوئی خدمت نہیں کی گئی، اور اندازاً کل کتاب کے دسویں حصہ کے بہ قدر احادیث لی ہیں، حالاں کہ ابوعبید قاسم بن سلام کی فضائل القرآن وغیرہ مختصر کتب کی موجودگی میں اس اختصار کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

۷- اگرچہ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے "فصل اوّل" میں کچھ ایسی احادیث بھی درج کی ہیں جن پر محدثین کرام کا کلام ہے، اسی بنا پر ابو محمود محمد شکور میادینی نے هبة الرحمن الرحيم کے مقدمے میں اس پر اعتراض بھی کیا ہے، تاہم اس سے کتاب کی اہمیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

المحبوب، (٨) مظهر الأنوار (٩) اور "فاكهة البستان" خاص طور پر لائقِ ملاحظہ ہیں؛ سردست "فاكهة البستان" کے ایک مطالعے کے کچھ نتائج پیشِ خدمت ہیں۔

"فاكهة البستان" کا تعارف

"فاكهة البستان" کے جس قلمی نسخے کا عکس اس وقت زیرِ مطالعہ ہے، یہ عمدہ خطِ نسخ میں تحریر ہے اور ۱۱×۸ سم سائز کے تین سو بارہ صفحات پر مشتمل ہے، اور ہر صفحے میں اکیس سطریں ہیں، نسخہ مکمل ہے، آخر میں کاتب نے اپنا نام "عبدالرحمن بن حافظ محمد یعقوب" لکھا ہے، البتہ تاریخِ کتابت نہیں لکھی۔ اس کی اصل سندھیالوجی ڈیپارٹمنٹ سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، حیدرآباد میں محفوظ ہے، آئندہ صفحات میں ہم اسی نسخے کے حوالے سے عبارات نقل کریں گے۔

اس کتاب کا بنیادی موضوع تو ذبیحہ، شکار اور جانوروں کی حلت و حرمت کے احکام ہیں، لیکن اس میں مذکور تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کا موضوع کھانے پینے کی حلال اور حرام چیزوں کا بیان ہے، غالباً اسی لیے سید عبدالحی حسنی لکھنویؒ نے اس کے نام کے بعد في تنقيح الحلال والحرام کے الفاظ کا اضافہ کرکے اس کا تعارف کروایا ہے۔ (١٠) جب کہ خود اس کے عنوان میں بھی اس کے موضوع کی طرف لطیف اشارہ موجود ہے۔ بہرحال یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے:

۱. كتاب الذبائح: اس میں ذبیحہ کے احکام کی تفصیل ہے۔

۸- حج کے فقہی احکام پر فارسی زبان میں یہ مفصل کتاب مخدوم محمد ہاشمؒ نے ۱۱۳۵ھ میں تالیف کی، جو چودہ ابواب پر مشتمل ہے، اس کی اہمیت کے پیشِ نظر مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اس کو ۱۳۹۱ھ میں ادارۃ المعارف کراچی سے شائع کروایا، بلکہ مولانا خلیل الرحمن نعمانی کو اس کے اردو ترجمہ پر بھی مامور کیا۔ یہ ترجمہ ۱۳۹۲ھ میں مکمل ہوا اور ۱۴۲۲ھ میں دارالکتب النعمانیہ، نعمانی منزل، بادشاہی روڈ کراچی سے ۴۸۰ صفحات میں شائع ہوا۔

۹- روزے کے مسائل پر عربی زبان میں یہ کتاب بھی اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کا اور "فاكهة البستان" کا اندازِ تالیف تقریباً یکساں ہے۔ مفتی محمد جان نعیمی نے اسے حال ہی میں اپنے ادارے، دارالنعیمی، مکتبہ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی سے ٦٩٠ صفحات میں شائع کیا ہے۔

۱۰- سید عبدالحی بن فخرالدین لکھنوی حسنی، (متوفی ۱۳۴۱ھ) الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام، المسمى به نزهة الخواطر، بیروت، دار ابن حزم، ۱۴۲۰ھ، ج ۲، ص ۸۴۲

۲. کتاب الصید: اس میں شکار سے متعلق فقہی احکام مذکور ہیں۔

۳. خاتمہ: اس میں جانوروں کی حلت اور حرمت کے احکام کی تفصیل ہے۔

جس طرح علامہ مرغینانیؒ (۵۱۱ھ-۵۹۳ھ) نے الجامع الصغیر اور مختصر القدوري کو جمع کر کے بدایة المبتدي کے عنوان سے ایک متن مرتب کیا اور پھر الهدایة کے نام سے اس کی شرح لکھی تھی، اسی طرح حضرت مخدومؒ نے بھی اپنی اس کتاب کے ابتدائی دو حصوں کے لیے فقہِ حنفی کے دو مشہور اور معتبر متون کنز اور وقایة کی کتاب الذبائح اور کتاب الصید کو سامنے رکھ کر پہلے ایک نہایت مختصر اور جامع متن تیار کیا، پھر نہایت بسط اور تفصیل کے ساتھ اس کی شرح کرتے ہوئے ایسی دادِ تحقیق دی کہ بس دیکھا کیجیے! تاہم حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس متن اور شرح کو الگ الگ عنوان دینے کے بجائے ایک ہی عنوان "فاکهة البستان" دینا پسند کیا۔

کتاب کے تیسرے حصے میں حضرت مخدومؒ نے علامہ دمیری (۷۴۲ھ-۸۰۸ھ) کی کتاب حیاة الحیوان اور اس کی تلخیص عین الحیاة میں مذکور تمام جانوروں کے حلال یا حرام ہونے کی تحقیق، مذاہبِ اربعہ کی روشنی میں نہایت اختصار کے ساتھ کی ہے۔ بہ الفاظ دیگر یہ کتاب کنز الدقائق اور وقایة الروایة کے حصے، کتاب الذبائح اور کتاب الصید کی ایک مفصل و محقق شرح اور حیاة الحیوان کی مذاہبِ اربعہ کی روشنی میں بہترین تلخیص ہے۔

فاکهة البستان کا اجمالی خاکہ

دیباچے میں جناب مولف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے اسلوب کے متعلق مختصر سا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ۷ شعبان المعظم ۱۱۲۸ھ کو اس کی تالیف شروع ہوئی۔[11] اس کے بعد تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ان

۱۱- مخدوم ہاشم ٹھٹھوی، "فاکهة البستان"، غیر مطبوع مخطوط، سندھیالوجی ڈیپارٹمنٹ سندھ یونیورسٹی، جام شورو، حیدرآباد۔ اس وقت مخدوم محمد ہاشمؒ کی عمر صرف ۲۴ برس تھی اور تقریباً چار سال کی محنت و عرق ریزی کے بعد ۱۱۳۲ھ میں مؤلف اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

کتابوں کی فہرست ذکر کی ہے جن سے اس کتاب کی تالیف کے دوران استفادہ کیا اور کتاب کو تین حصوں پر تقسیم کرنے کی وضاحت کی ہے۔

۱- کتاب الذبائح کے ابتدائیے میں ذبح اور شکار کا شرعی اور عقلی جواز بیان کر کے اس حصے کو ایک مقدمے، آٹھ فصلوں اور ایک خاتمے پر تقسیم کیا ہے۔

مقدمے میں ذبح کے لغوی و شرعی معنی کی وضاحت، اور اس کے رکن، حکم، کیفیت، اقسام اور ذبح کی شرائط کا اجمالی بیان ہے۔

پہلی فصل میں ذبح اختیاری کی تشریح اور اس سے متعلق فقہی جزئیات کا بیان ہے۔

دوسری فصل میں ان شرائط کی تفصیل ہے جو ذبیحہ سے متعلق ہیں۔

تیسری فصل میں ان شرائط کی تفصیل ہے جو آلۂ ذبح سے متعلق ہیں۔

چوتھی فصل میں ان شرائط کی تفصیل ہے جو ذبح کرنے والے کی ذات سے متعلق ہیں۔

پانچویں فصل میں ذبح کی مکروہ اور مستحب صورتوں کا بیان ہے۔

چھٹی فصل میں ذبحِ اضطراری کے احکام کا بیان ہے۔

ساتویں فصل میں یہ تفصیل ہے کہ کس قسم کے جانور حلال ہیں اور کس قسم کے جانور حرام ہیں۔

آٹھویں فصل میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں، ان کے بدن کے اجزا سے کس طرح فائدہ اٹھانا جائز ہے اور کس طرح جائز نہیں۔

خاتمے میں اس باب کے متفرق مسائل کا بیان ہے۔

اسی طرح کتاب الصید کا حصہ بھی ابتدائیے، مقدمے، آٹھ فصلوں اور خاتمے پر منقسم ہے۔ اس کے ابتدائیے میں شکار کرنے کے جواز کے علاوہ یہ بحث بھی مذکور ہے کہ آں حضرت ﷺ سے بہ نفس نفیس شکار کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

مقدمے میں شکار کی تشریح اور اس کے رکن، حکم، کیفیت، اقسام اور اس کی شرائط کا اجمالی بیان ہے۔

پہلی فصل میں ان شرائط کا بیان ہے جو آلۂ شکار سے متعلق ہیں۔

دوسری فصل میں ان شرائط کا بیان ہے جو شکاری کی ذات سے متعلق ہیں۔

تیسری فصل میں ان شرائط کا بیان ہے جو شکار کیے جانے والے جانور سے متعلق ہیں۔
چوتھی فصل میں ان احکام کا بیان ہے جن کا دارومدار گذشتہ فصلوں میں بیان کردہ شرائط کے پائے جانے یا نہ پائے جانے پر ہے۔
پانچویں فصل دو آدمیوں کے ایک ہی چیز کو شکار کر لینے کی صورت میں پیش آنے والے مسائل کے بارے میں ہے۔
چھٹی فصل دورانِ شکار جانور کے کٹ کر علاحدہ ہو جانے والے اعضا کے احکام کے بارے میں ہے۔
ساتویں فصل تیر اندازی یا کتے وغیرہ کی مدد کے بغیر کیے گئے شکار کی صورتوں کے بیان میں ہے۔
آٹھویں فصل جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں ان کو شکار کرنے اور بیچنے یا ان کے بدن کے اجزا سے فائدہ اٹھانے کے بیان میں ہے۔
خاتمہ اس حصے کے متفرق مسائل کے بیان میں ہے۔
کتاب کا تیسرا حصہ، جسے خاتمة الکتاب کہا گیا ہے، دو اقسام پر مشتمل ہے: قسم اول میں خشکی پر رہنے والے جانوروں کے نام، ان کے بعض خواص اور فقہی احکام کا بیان ہے، جب کہ قسم ثانی میں پانی میں رہنے والے جانوروں کی حلت و حرمت کے احکام کی تفصیل ہے۔

"فاکهة البستان" کے مصادر و مراجع

حضرت مخدومؒ کے طرزِ تالیف پر بات کرتے ہوئے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ موضوع سے متعلق ہر قسم کے مصادر اور مراجع سے استفادہ کرتے ہیں، "فاکهة البستان" اس بات پر روزِ روشن کی طرح واضح دلیل ہے۔ اس کے شروع میں مؤلف نے تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ان کتابوں کی فہرست دی ہے جن سے دورانِ تالیف میں براہِ راست استفادہ کیا۔ اس میں تین سو دو کتابوں کے نام مذکور ہیں، جب کہ دورانِ مطالعہ میں راقم کو چند ایسی کتب کے براہِ راست حوالے بھی ملے ہیں جو اس فہرست میں مذکور نہیں، وہ کتب درج ذیل ہیں:

۱. موطأ إمام محمد رحمۃ اللہ علیہ[۱۲]

۱۲- "فاکهة البستان"، ص۲۴، ص۹۶

٢. فتح العزيز بشرح الوجيز من كتب الشافعية [١٣]

٣. شرح المهذب، امام نووی

٤. الفتاوى الكبرى [١٤]

٥. شرح الشيخ علي القاري على مؤطا الإمام محمد [١٥]

٦. شرح معاني الآثار، امام طحاوی

٧. مسند الإمام أحمد بن حنبل

٨. خادم الزركشي من كتب الشافعية [١٦]

٩. هدي ابن القيم مختصر الطب النبوي [١٧]

١٣- نفس مصدر، ص ۴۸، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۰۵ھ) کی کتاب الوجیز کی فتح العزیز کے نام سے یہ شرح مشہور شافعی فقیہ ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد قزوینی رافعی (متوفی ۶۲۳ھ) کی تالیف ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج۲، ص ۲۰۰۲

١٤- نفس مصدر، ص ۵۸، یہ امام حسام الدین عمر بن عبد العزیز صدر شہیدؒ (متوفی ۲۳۶ھ) کی تالیف ہے۔ اس میں اللیث سمرقندی کی نوازل، ناطفی کی واقعات، ابوبکر محمد بن فضل کے فتاویٰ اور علماے سمرقند کے فتاویٰ کو جمع کیا ہے، نجم الدین یوسف بن احمد خاصیؒ نے اس کو ابوابِ فقہ پر مرتب کیا ہے؛ ملاحظہ فرمایئے: حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۲، ۱۲۲۸

١٥- نفس مصدر، ص ۸۳، فتح المغطى بشرح الموطأ کے نام سے ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) کی اس تالیف کا ایک حصہ مکتبۃ البشریٰ کراچی سے چھپ چکا ہے، لیکن مکمل ابھی تک طبع نہیں ہوئی، اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

١٦- نفس مصدر، ص ۱۰۷، علامہ بدر الدین محمد بن بہادر زرکشی (متوفی ۷۴۹ھ) کی اس کتاب کا مکمل نام خادم الرافعي و الروضة ہے، لیکن کبھی مؤلف کی طرف نسبت کرکے خادم الزركشي بھی کہا جاتا ہے۔ چودہ جلدوں کی اس کتاب میں روضة الطالبين اور فتح العزيز کے مسائل کی تشریح کی ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے: حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۱، ص ۶۹۸)

١٧- "فاكهة البستان" ص ۱۱۰، شاید اس سے مراد علامہ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) کی کتاب زاد المعاد في هدي خير العباد ہے کیوں کہ اسے الهدي النبوي بھی کہا جاتا ہے، اور اس کے آخر میں اختصار کے ساتھ طبِ نبوی کے ابواب بھی ہیں۔

۱۰. کنز العمال، ص۱۲۵

اس طرح "فاکھة البستان" کے مراجع کی تعداد تین سو بارہ تک جا پہنچتی ہے۔ جب کہ مزید تلاش سے اس عدد میں اضافے کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ غرض کہ جناب موٴلف نے تفسیر، حدیث، سیرت، عقائد، اصولِ فقہ، متونِ فقہ، شروح و فتاویٰ، تصوف اور لغت کی تین سو سے زائد کتابوں کے ہزاروں صفحات کو لگ بھگ چار سال تک کھنگالنے کے بعد ان کا نچوڑ "فاکھة البستان" کی صورت میں پیش کیا ہے۔

"فاکھة البستان" کے غیر مطبوع اور کم یاب مآخذ

جناب مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مصادر کی فہرست میں سے نصف کے قریب تعداد ایسی کتابوں کی ہے جو اب تک طبع نہیں ہوئیں، اور جو طبع ہو چکی ہیں ان میں سے بھی خاصی تعداد ایسی کتب کی ہے جو آج کل اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ یہاں صرف ان کتابوں کے نام پیشِ خدمت ہیں جو ہماری معلومات کے مطابق ابھی تک طبع نہیں ہوئیں۔ ان کتابوں کے بارے میں جاننے سے جہاں موٴلف کی محنت اور اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہو گا، وہیں اپنی علمی میراث کے نادر شہ پاروں سے شناسائی بھی ہو گی اور موٴلف کے دور کی علمی ثقافت پر روشنی پڑے گی کہ اس زمانے میں کن کتب کا رواج اور تداول تھا، نیز افتا اور تحقیق و تالیف کے لیے کن کتب کو مصادر کی حیثیت حاصل تھی؛ لہٰذا ان میں جو کتب غیر معروف یا کسی خاص اہمیت کی حامل ہیں اور ان کا تعارف ہمیں مل سکا ہے، اسے اختصار کے ساتھ ہم حواشی میں درج کر دیں گے اور اگر ان کے قلمی نسخوں کی کسی کتب خانہ میں موجودگی کا علم ہوا تو ساتھ ہی اس کی نشان دہی بھی کر دیں گے، ملاحظہ فرمایئے:

۱- حاشیۂ چلپی بر تفسیر بیضاوی[18] ۲-حاشیۂ کوابکی بر تفسیر بیضاوی[19] ۳- حاشیۂ ملاعصام الدین بر تفسیر بیضاوی[20] ۴- نسخہ صحیح البخاري از کُشْمِیْہَنی ۵- شرح المصابیح از علامہ بیضاوی[21] ۶- شرح الشمائل از مولی حنفی[22] ۷- شرح الشمائل از ملاعصام الدین[23] ۸- السیر الکاذرونیة[24] ۹-تلخیص

۱۸- علامہ سعد اللہ بن عیسی سعدی چلپی (متوفی ۹۴۵ھ) جو علماے روم سے تھے، اور قاضی بھی رہے، **تفسیر بیضاوی** پر ان کا یہ حاشیہ بہترین تحقیقات اور اعلیٰ علمی ابحاث کا مجموعہ ہے۔ اسے سورۂ فاتحہ سے سورۂ ہود تک خود مؤلف نے مرتب کیا، پھر ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے نے ان کے مسودے سے اس کی تکمیل کی۔ اس کے قلمی نسخے مکتبہ ازہریہ مصر اور شام و بغداد کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے: حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۱۹۱؛ اسماعیل پاشا بغدادی، هدية العارفين، بیروت، دارإحياء التراث العربي، ج ۱، ص ۳۸۶، خیر الدین، زرکلی، **الأعلام**، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۹۸۶ء، ج ۳، ص ۸۸)

۱۹- یہ مفتی حلب محمد بن حسن بن احمد کوابکی (متوفی ۱۰۹۶ھ) کا **تفسیر بیضاوی** پر سورة النباء سے لے کر آخر تک حاشیہ ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے: اسماعیل پاشا بغدادی، **إيضاح المكنون**، بیروت، داراحیاء التراث العربي، ج ۱، ص ۱۴۲)، اس کا قلمی نسخہ مکتبہ قادریہ بغداد میں محفوظ ہے۔

۲۰- عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ اسفرائینی (متوفی ۹۴۵ھ) کے اس حاشیے کو اعلیٰ درجے کی علمی تحقیقات کا مرقع کہا گیا ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے: حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۱۹۱) اس کے قلمی نسخے مرکز تحقیقاتِ فارسی، اسلام آباد اور اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور اور سندھیالوجی ڈیپارٹمنٹ جام شورو میں موجود ہیں۔

۲۱- امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **مصابیح السنة** پر علامہ ناصر الدین قاضی عبد اللہ عمر بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) کی اس شرح کا نام **تحفة لأبرار** ہے (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۹۸) اس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۲- مولیٰ محمد حنفی شامی کی یہ **شمائل ترمذی** کی شرح ہے، ۹۲۶ھ میں اس کی تالیف مکمل ہوئی۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۰۶۰) اس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج لائبریری پشاور میں موجود ہے۔

۲۳- عصام الدین ابراہیم اسفرائینی (متوفی ۹۴۵ھ) کی یہ شرح، مناوی کی **شرح شمائل ترمذی** کا اہم مصدر ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۰۶۰)

۲۴- ظہیر الدین علی بن محمد کازرونی (متوفی ۶۹۷ھ) کی اس کتاب کا نام الذروة العليا في سيرة المصطفیٰ ہے (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۰۱۳، بغدادی، هدية العارفين، ج ۱، ص ۷۱۵)

الجامع الكبير از خلاطی[۲۵] ۱۰- الجامع الصغير از صدر شہید[۲۶] ۱۱- منظومه خلافيات از نسفی[۲۷]
۱۲- الوافي و شرحه الكافي از نسفی[۲۸] ۱۳- التجريد و شرحه الإيضاح از رکن الدین کرمانی[۲۹]
۱۴-منظومة في الفروع و شرحه از طرسوسی[۳۰] ۱۵- مواهب الرحمن و شرحه البرهان از طرابلسی[۳۱]

۲۵- امام کمال الدین محمد بن عباد خلاطی (متوفی ۶۵۲ھ) کی یہ تالیف دراصل امام محمدؒ کی کتاب الجامع الكبير کی تلخیص ہے۔ فقہ حنفی میں اس کو معتبر فقہی متن شمار کیا جاتا ہے، اسی لیے متعدد علماے کرام نے اس کی شرحیں بھی لکھی ہیں، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۱، ص ۴۷۲) اس کے قلمی نسخے ترکی کے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۲۶- حسام الدین صدر شہید عمر بن عبد العزیز (متوفی ۵۳۶ھ) کی یہ تالیف درحقیقت امام محمد رحمۃ اللہ کی الجامع الصغير کی اضافہ جات کے ساتھ ترتیب ہے، اسی لیے اس کو **جامع صدر شہید** بھی کہا جاتا ہے، اس کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۱، ص ۵۶۳) اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔

۲۷- امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی (متوفی ۵۳۷ھ) کی یہ کتاب فقہ پر نظم کی صورت میں لکھی گئی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس میں حنفی ائمہ کے علاوہ امام مالک اور امام شافعی کے مذاہب کو بھی مستقل ابواب میں ذکر کیا گیا ہے، اس کے اشعار کی تعداد ۲۶۶۹ ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۲، ص۱۸۶۷)

۲۸- امام ابوالبرکات نسفی عبد اللہ بن احمد (متوفی ۷۱۰ھ) نے **جامع صغیر و جامع کبیر، زیادات، مختصر قدوری، منظومہ نسفی، فتاویٰ و واقعات** پر مشتمل متن، الوافي کے نام سے مرتب کیا، پھر **الكافي** کے نام سے اس کی شرح بھی خود لکھی۔ یہ فقہ حنفی کی مقبول اور معتبر کتاب ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۹۹۷) اس کا قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں موجود ہے۔

۲۹- رکن الدین عبد الرحمن بن محمد کرمانی (متوفی ۵۴۳ھ) کی اس تالیف کو التجريد الركني بھی کہا جاتا ہے، خود مؤلف نے اس کی الإيضاح کے نام سے شرح بھی لکھی ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۱، ص۳۴۵)

۳۰- نجم الدین ابراہیم بن علی طرسوسی (متوفی ۷۵۸ھ) نے ہزار اشعار پر مشتمل یہ منظومہ الفوائد البدرية کے نام سے مرتب کیا، پھر الدرة السنية کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی۔ اس میں حنفی فقہ کی فروع کو جمع کیا ہے، اور یہ منظومة ابن وهبان کا ماخذ ہے۔ (حاجی خلیفہ: مصدرِ سابق، ج۲، ص ۱۸۶۷)

۳۱- ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی (متوفی ۹۲۲ھ) نے علامہ ابن ساعاتی کی مجمع البحرين سے متاثر ہو کر پہلے مواهب الرحمن في مذهب النعمان کے نام سے متن مرتب کیا، پھر البرهان کے نام سے اس کی شرح کی۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۲، ص۱۸۹۵)، چار ضخیم جلدوں پر مشتمل اس کا قلمی نسخہ جامعہ دارالعلوم کراچی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

۱۶- تحفة الأقران و شرحه مواهب المنان از تمر تاشی[۳۲] ۱۷- شرح الجامع الصغير از امام حسن بن منصور قاضی خان (متوفی ۵۹۲ھ) ۱۸-شرح الجامع الصغير از حسام الدین عمر بن عبدالعزیز صدر شہید (متوفی ۵۳۶ھ) ۱۹- شرح الجامع الكبير[۳۳] ۲۰- شرح الجامع الكبير از فخر الدین عثمان بن ابراہیم ماردینی (متوفی ۷۳۱ھ) ۲۱-شرح الجامع الكبير از عبدالحمید بن حسن علاء الدین سمرقندی (متوفی ۵۵۲ھ) ۲۲- شرح الجامع الكبير از صدر شہید ۲۳-الفوائد الظهيرية[۳۴] ۲۴- شرح القدوري از اقطع[۳۵] ۲۵- الينابيع شرح القدوري[۳۶] ۲۶-جامع المضمرات شرح القدوري[۳۷]

۳۲- علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ تمر تاشی (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے تحفة الأقران کے عنوان سے فقہِ حنفی کے مسائل پر مشتمل یہ منظومہ مرتب کیا، اور پھر مواهب المنان کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی۔ (اسماعیل پاشا بغدادی، مرجع سابق، ج ۲، ص ۲۶۲)

۳۳- امام جمال الدین محمود بن احمد حصیری (متوفی ۶۳۶ھ) نے امام محمدؒ کی الجامع الكبير کی دو شرحیں لکھی تھیں۔ ایک مختصر دو جلدوں میں جس میں ایک ہزار چھ سو تیس کے لگ بھگ مسائل کا الجامع الكبير پر اضافہ تھا، اور دوسری مفصل آٹھ جلدوں میں، اس کا نام التحرير في شرح الجامع الكبير ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۵۶۷) چھ جلدوں پر مشتمل اس کا قلمی نسخہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ میں محفوظ ہے۔

۳۴- قاضی ظہیر الدین محمد بن احمد (متوفی ۶۱۹ھ) کی یہ کتاب حسام الدین صدر شہید کی تلخیص الجامع الصغير کے فوائد پر مشتمل ہے، اور فتاویٰ ظہیریہ کے علاوہ مستقل کتاب ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۱۲۹۸)

۳۵- امام احمد بن محمد ابو نصر اقطع (متوفی ۴۷۴ھ) کی یہ مختصر القدوری کی مفصل شرح ہے، جس میں ہر مسئلے کے بارے میں معتبر قول کو ذکر کیا ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۳۱) اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔

۳۶- الينابيع في معرفة الأصول والتفاريع کے نام سے مختصر القدوري کی یہ شرح، رشید الدین ابو عبداللہ محمد بن رمضان (متوفی ۶۲۳ھ) کی مرتب کردہ ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ۱۶۳۴) اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق اور مکتبہ حرم مکی میں موجود ہے۔

۳۷- یوسف بن عمر بن یوسف کادوری (متوفی ۸۳۲ھ) کی یہ جامع المضمرات و المشكلات کے نام سے مختصر القدوري کی شرح متعدد خصوصیات کی حامل ہے، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۳۲) اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ فاضلیہ، گڑھی افغاناں، کیمبل پور میں موجود ہے۔

۲۷- الإرشاد شرح القدوري از علامہ نوح بن منصور حنفی ۲۸-السراج الوهاج شرح القدوري[۳۸] ۲۹-المجتبیٰ شرح القدوري[۳۹] ۳۰-شرح القدوري از سلیمان بن تائب اقرائی ۳۱-شرح القدوري از علامہ العزیز بن عبداللطیف ابن الملک (متوفی ۸۰۱ھ) ۳۲-حصر المسائل شرح المنظومة[۴۰] ۳۳-الحقائق شرح المنظومة[۴۱] ۳۴- المصفى شرح المنظومة[۴۲] ۳۵- شرح عيون المسائل لشرف الائمة[۴۳] ۳۶-الغاية شرح الهداية[۴۴] ۳۷- النهاية شرح الهداية[۴۵] ۳۸- غاية

۳۸- السراج الوهاج لكل طالب محتاج، ابو بکر علی بن محمد حداد (متوفی ۸۰۰ھ) کی تالیف ہے، آٹھ جلدوں میں تھی، پھر دو جلدوں میں الجوهرة النيرة کے نام سے اس کا اختصار کیا (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۳۱) اس کے قلمی نسخے مکتبہ ظاہریہ دمشق اور نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہیں۔

۳۹- نجم الدین مختار بن محمود زاہدی (متوفی ۶۵۸ھ) کی اس شرح کی تعریف کی گئی ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۳۱) اس کے قلمی نسخے مکتبہ ظاہریہ اور مکتبہ قادریہ بغداد میں موجود ہیں۔

۴۰- منظومہ نسفیہ کی یہ شرح امام علاء الدین محمد بن عبدالحمید اسمندی (متوفی ۵۵۲ھ) کی تالیف ہے، اس کا مکمل نام حصر المسائل وقصر الدلائل ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۸۶۸)

۴۱- یہ ابو محامد محمود بن داؤد لؤلؤی (متوفی ۶۲۷ھ) کی تالیف ہے جسے انھوں نے سات سال کی محنت کے بعد مرتب کیا، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۸۶۸)۔ اس کے قلمی نسخے مکتبہ ظاہریہ دمشق اور مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔

۴۲- یہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) کی تالیف ہے، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۸۶۷)

۴۳- ابو اللیث سمرقندی کی کتاب عيون المسائل کی یہ شرح علاء الدین محمد بن عبدالحمید اسمندی (متوفی ۵۵۲ھ) کی تالیف ہے۔ اس کے قلمی نسخے مکتبہ ازہریہ مصر اور ام القریٰ مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔

۴۴- قاضی زین الدین احمد بن ابراہیم سروجی (متوفی ۷۱۰ھ) اپنی اس شرح کو مکمل نہ کر سکے تھے، پھر ان کی وفات کے بعد قاضی سعد الدین محمد دیری (متوفی ۸۶۷ھ) نے اس کی تکمیل کی۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۲۰۳۳) اس کا قلمی نسخہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔

۴۵- یہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح ہے جو صاحب ہدایہ کے شاگرد حسام الدین حسین بن علی سغناقی (متوفی ۷۱۱ھ) کی تالیف ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۲۰۳۲) اس کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج لائبریری پشاور اور مکتبہ ظاہریہ دمشق وغیرہ میں موجود ہیں۔

البیان شرح الهدایة[۴۶] ۳۹-معراج الدرایة شرح الهدایة[۴۷] ۴۰-شرح الهدایه از ملا الہ داد[۴۸] ۴۱-حاشیة الهدایة از ملا عبد الغفور لاری (متوفی ۹۱۲ھ) ۴۲- شرح الوقایة از ابن ملک[۴۹] ۴۳- الحمایة شرح الوقایة[۵۰] ۴۴-حاشیة شرح الوقایة از شیخ الاسلام[۵۱] ۴۵- حاشیة شرح الوقایة از ملا عصام الدین[۵۲] ۴۶-حاشیة شرح الوقایة از قل احمد ۴۷- شرح النقایة از تقی الدین شمنی[۵۳] ۴۸-شرح

۴۶- قوام الدین امیر کاتب بن عمر اتقانی (متوفی ۷۵۸ھ) نے چھبیس سال سات ماہ کی محنت لگا کر اس کو تالیف کیا۔ (حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج ۲، ص ۲۰۳۳) اس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج لائبریری پشاور میں موجود ہے۔

۴۷- قوام الدین محمد بن محمد کاکی (متوفی ۷۴۹ھ) نے اپنی اس شرح میں فقہائے کرام کے اقوال میں سے صحیح، اصح، مختار، جدید، قدیم اقوال کی وضاحت کی ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۲۰۳۳) اس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج لائبریری پشاور میں موجود ہے۔

۴۸- علامہ الہ داد بن عبد اللہ جون پوری (متوفی ۹۲۳ھ) کی اس شرح کے قلمی نسخے، اسلامیہ کالج لائبریری پشاور اور پشاور یونی ورسٹی میں موجود ہیں۔ (احمد خان، فهرس المخطوطات العربية باكستان، مكتبة فهد الوطنية، الریاض، ۲۰۰۵ء، ص ۱۴۷-۴۹۲)

۴۹- ملا عبد اللطیف بن عبد العزیز ابن الملک کرمانی (متوفی ۸۰۱ھ) نے وقایہ کی شرح لکھی تھی جو متداول ہونے سے پہلے ضائع ہوگئی، پھر ان کے مسودے سے ان کے صاحب زادے جعفر نے دوبارہ شرح مرتب کی، اسی لیے ابن الملک کی طرف منسوب شرح وقایہ کے دو طرح کے نسخے ملتے ہیں۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۲۰۲۱) اس کے قلمی نسخے ام القریٰ مکہ مکرمہ اور مکتبہ قادریہ بغداد میں موجود ہیں۔

۵۰- قاضی استنبول علامہ یوسف بن حسین کرماستی (متوفی ۹۰۶ھ) کی یہ شرح کتاب البیع سے آخر تک ہے۔ اول حصے کی شرح نہیں۔ اس کا مکمل نام الحماية عند الختم بالهداية ممن له العناية في البداية والنهاية ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۲۰۲۱) اس کا قلمی نسخہ سندھ پراونشل میوزیم حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

۵۱- شیخ الاسلام احمد بن محمد سیف الدین ہروی (متوفی ۹۱۰ھ) یہ علامہ سعد الدین تفتازانی کے پوتے تھے (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۲۰۲۳) اس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج لائبریری پشاور میں موجود ہے۔

۵۲- اس کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج لائبریری پشاور میں موجود ہے۔

۵۳- علامہ تقی الدین احمد بن محمد شمنی (متوفی ۸۷۲ھ) کی اس شرح کا نام كمال الدراية في شرح النقاية ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۹۷۱) اس کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج لائبریری پشاور اور مکتبہ ظاہریہ دمشق اور نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہیں۔

النقاية از علامہ قاسم بن قطلوبغا[۵۴] ۴۹- منافع المسلمين شرح النقاية[۵۵] ۵۰-شرح الكنز از احمد بن سلیمان شمس الدین ابن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰) ۵۱-معدن الحقائق شرح كنز الدقائق[۵۶] ۵۲- كشف الرمز عن خبايا الكنز[۵۷] ۵۳- فتح المبين حاشيه شرح ملا مسكين[۵۸] ۵۴-الموضح شرح المختار ۵۵- شرح مجمع البحرين از صاحبِ مجمع[۵۹] ۵۶- شرح مجمع البحرين از ابن ملک[۶۰] ۵۷- شرح مجمع البحرين از ابن ضیاء[۶۱] ۵۸- شرح مجمع البحرين از علامہ عینی[۶۲] ۵۹-المستصفى

۵۴- علامہ قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ) کی یہ شرح مکمل نہ ہو سکی۔ (حاجی خلیفہ، كشف الظنون، ج ۲، ص ۱۹۷۱)

۵۵- یہ نقایہ کی فارسی شرح ہے، اس کا قلمی نسخہ سندھیالوجی ڈیپارٹمنٹ لائبریری، سندھ یونیورسٹی میں راقم کی نظر سے گزرا ہے، اور ایک قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں بھی موجود ہے۔

۵۶- معدن الحقائق شرح كنز الدقائق، محمد بن حاجی حسین بن محمد سمرقندی (متوفی بعد ۱۰۹۶ھ) کی تالیف ہے۔ (ڈاکٹر احمد خان، مصدرِ سابق، ص ۱۹۸) اس کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور اور مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں موجود ہیں۔

۵۷- شہاب الدین احمد بن محمد حموی (متوفی ۱۰۹۸ھ) کی یہ شرح چار جلدوں میں ہے۔ اس کا قلمی نسخہ جامعہ زیتونہ تیونس میں محفوظ ہے، (خیر الدین زرکلی، الأعلام، دار العلم للملايين، بیروت، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۲۳۹)

۵۸- ملا مسکین کی شرح كنز الدقائق پر یہ شیخ احمد بن احمد حاتمی کا حاشیہ ہے؛ مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے۔ (الحافظ محمد مطیع، فهرس مخطوطات دارالكتب الظاهرية (الفقه الحنفي)، مطبعة الحجاز، دمشق، ۱۴۰۱ھ، ص ۶۲)

۵۹- علامہ مظفر الدین احمد بن علی ابن ساعاتی (متوفی ۶۹۴ھ) نے قدوری اور منظومہ کے مسائل کو اضافوں کے ساتھ جمع کر کے مجمع البحرين کے نام سے متن تیار کیا، جس میں ہر کتاب کے آخر میں اس کے شاذ اور خلافِ قیاس مسائل کا باب بھی قائم کیا ہے۔ پھر خود اس کی شرح بھی لکھی ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۰۰-۱۶۰۱) اس کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور اور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہیں۔

۶۰- یہ نہایت مشہور اور معتبر شرح ہے، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۰۱) اس کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور اور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہیں۔

۶۱- اس کا نام المشرع في شرح المجمع ہے، یہ پانچ جلدوں میں ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۰۱)

۶۲- اس کا نام المستجمع في شرح المجمع ہے، علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینیؒ (متوفی ۸۵۵ھ) کی یہ شرح ایک ضخیم جلد میں ہے، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۶۰۰)

شرح الفقه النافع[۶۳] ۶۰- شرح تحفة الملوک از محمد بن عبداللطیف ٹھٹھوی ۶۱- موارد الشرعة[۶۴] ۶۲-شرح المنظومة الوهبانية از حسن بن عمار شرنبلالی (متوفی ۹۹۴ھ)[۶۵] ۶۳-الضیاء المعنوي شرح مقدمة الغزنوي از ابوالبقاء احمد بن الضیاء (متوفی ۸۵۴ھ) ۶۴- نتائج النظر حاشية الدرر و الغرر از نوح بن مصطفیٰ الرومی (متوفی ۱۰۷۰ھ) ۶۵-منح الغفار شرح تنویر الأبصار از شمس الدین محمد بن عبداللہ تمرتاشی (متوفی ۱۰۰۴ھ) ۶۶- التوضیح في شرح مقدمة الصلوٰة[۶۶] ۶۷-المحیط الرضوي از رضی الدین محمد بن محمد سرخسی (متوفی ۵۷۱ھ) ۶۸- الذخیرة البرهانية[۶۷] ۶۹- فتاوی صغری[۶۸]

۶۳- ناصر الدین محمد بن یوسف حسینی (متوفی ۵۵۶ھ) کی کتاب الفقه النافع کی یہ شرح علامہ ابوالبرکات نسفی کی تالیف ہے۔ اسے المستصفیٰ یا المصفی کا نام دیا گیا ہے، حاجی خلیفہ نے یہاں جو یہ بات لکھی ہے کہ ابوالبرکات نسفی نے منظومہ کی شرح المستصفیٰ کے نام سے لکھی پھر المصفی کے نام سے اس کا اختصار کیا، یہ بات محل نظر ہے، کیوں کہ اسی جگہ المستصفیٰ کے شروع سے مصنف کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بالکل صاف المستصفیٰ کو الفقه النافع کی شرح کہا ہے۔(ملاحظہ فرمایئے: حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۲، ص۱۹۲۲)

۶۴- شرعة الإسلام کی یہ فارسی شرح مخدوم محمد حسن ٹھٹھویؒ کی تالیف ہے۔

۶۵- یہ علامہ عبدالبر ابن شحنہ کی شرح الوهبانية کا اختصار ہے۔(حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۲، ص۹۹۴)

۶۶- ابولیث سمرقندیؒ کی مقدمة الصلوٰة کی یہ شرح مصلح الدین مصطفی بن زکریا قرمانی (متوفی ۸۰۹ھ) کی تالیف ہے، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۲، ص۱۷۹۵) اس کا قلمی نسخہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔

۶۷- اسے ذخیرة الفتاویٰ بھی کہا جاتا ہے۔ امام برہان الدین محمود بن احمد بخاری (متوفی ۶۱۶ھ) نے اپنی کتاب المحیط البرهاني کو مختصر کر کے اس نام سے مرتب کیا ہے۔(حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۱، ص۸۲۳) اس کے قلمی نسخے ام القریٰ مکہ مکرمہ، مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ اور مکتبہ قادریہ بغداد میں موجود ہیں۔

۶۸- جمال الدین یوسف بن احمد الخاصی (متوفی ۶۳۴ھ) نے اس میں حسام الدین صدر شہید کے فتاویٰ کو ابوابِ فقہ پر مرتب کیا ہے۔(حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج۲، ص۱۲۲۴)

۷۰- شرح التكملة از رازی[۶۹] ۷۱-شرح المنية از ابن امیر حاج[۷۰] ۷۲-الاختيارات شرح النقاية[۷۱] ۷۳- الفتاوى اليتمية ۷۴-عيون المذاهب[۷۲] ۷۵-جوامع الفقه[۷۳] ۷۶- كتاب الأسرار از ابوزید عبید اللہ بن عمر دبوسی (متوفی ۴۳۰ھ) ۷۷- فتاوى نسفية از نجم الدین عمر بن احمد نسفی (متوفی ۵۳۷ھ) ۷۸- فتاوی ظهيرية از ابو بکر ظہیر الدین محمد بن احمد بخاری (متوفی ۶۱۹ھ) ۷۹- التهذيب از شیخ احمد قلانسی ۸۰-الحاوى القدسي از قاضی جمال الدین احمد بن محمد قابسی (متوفی ۵۹۳ھ) ۸۱- تلقيح العقول از امام احمد بن عبید اللہ المحبوبی ۸۲- فصول عمادی از عماد الدین عبد الرحیم بن ابی بکر (متوفی بعد ۶۵۱ھ) ۸۳- فصول أستروشني از مجد الدین محمد بن محمود (متوفی ۶۳۲ھ) ۸۴- نورالعين في إصلاح جامع الفصولين از محمد نشانجی زادہ (متوفی ۱۰۳۱ھ) ۸۵- كتاب الجواهر[۷۴] ۸۶- خزانة الأكمل[۷۵]

۶۹- حسام الدین علی بن احمد رازی (متوفی ۵۹۸ھ) نے مختصر القدوري میں جو مسائل مذکور نہیں ان کو فقہ کی معتبر کتابوں سے جمع کر کے تكملة القدوري کا عنوان دیا، اور پھر اس کی شرح بھی لکھی۔ (حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۶۳۳) اس متن و شرح کے نسخے مکتبہ ازھریہ مصر اور ام القریٰ مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔

۷۰- علامہ شمس الدین محمد بن محمد ابن امیر حاج حلبی (متوفی ۸۷۹ھ) نے حلبة المجلي کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں منية المصلي کی مفصل شرح لکھی ہے، جو صاحب منیہ کی شرح کبیر سے بھی بڑی ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۸۸۶)

۷۱- عبد الواجد بن محمد مشہدی (متوفی ۸۳۸ھ) کی تالیف ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۹۷۱)

۷۲- یہ قوام الدین محمد بن محمد کاکی (متوفی ۷۴۹ھ) کی مذاہب اربعہ پر مختصر کتاب ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۱۸۷) اس کے قلمی نسخے مکتبہ قادریہ بغداد اور سندھ پراونشل میوزیم حیدر آباد میں موجود ہیں۔

۷۳- زین الدین احمد محمد عتابی (متوفی ۵۸۶ھ) کی اس تالیف کو جامع الفقه اور فتاویٰ عتابية بھی کہا جاتا ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۵۶۷)

۷۴- جواهر الفقه طاہر بن قاسم بن احمد خوارزمی (متوفی بعد ۷۷۱ھ) اس کے قلمی نسخے مکتبہ ازھریہ مصر اور مکتبہ قادریہ بغداد میں موجود ہیں۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۶۱۵)

۷۵- ابو یعقوب یوسف بن علی بن محمد جرجانی (متوفی ۵۲۲ھ) کی یہ تالیف متقدمین کی کتب اور فتاویٰ کو محیط ہے۔ چھ جلدوں میں اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے۔ (حافظ محمد مطیع، فهرس مخطوطات دارالكتب الظاهرية، الفقة الحنفي، مكتبة الحجاز، دمشق، ۱۴۰۱ھ، ج ۱، ص ۲۴۹)

۸۷- خزانه المفتین[۷۶] ۸۸- خزانة الفتاویٰ[۷۷] ۸۹- مختار الفتاویٰ از برهان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی (۵۹۳ھ) ۹۰- نوادر الفتاویٰ ۹۱- المفروق از بزدوی ۹۲-فتاویٰ قاعدیه[۷۸] ۹۳-فتاویٰ ناصریة ۹۴- فتاوی صوفیة از شیخ فضل الله محمد بن ایوب ماجوی (متوفی ۶۶۶ھ) ۹۵- کنز العباد از شیخ علی بن احمد غوری ۹۶- منیة المفتي[۷۹] ۹۷- تحفة الفقه[۸۰] ۹۸-فتاویٰ حمادیة[۸۱] ۹۹- فتاویٰ

۷۶- امام حسین بن محمد سمنقانی (متوفی ۷۴۶ھ) نے اپنی اس تالیف میں متقدمین و متاخرین کے فتاویٰ اور مختار اقوال ذکر کیے ہیں، اور معتبرات کے حوالے علامات کے ذریعہ دیے ہیں، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۷۰۳) اس کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور اور مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں موجود ہیں۔

۷۷- اس کے مؤلف احمد بن محمد بن ابی بکر حنفی (متوفی ۵۲۲ھ) نے پہلے مجمع الفتاویٰ کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی جس میں **فتاویٰ کبریٰ، فتاویٰ صغریٰ، فتاویٰ ابو بکر بن محمد بن الفضل، فتاویٰ محمد بن الولید سمرقندی، فتاویٰ ابی الحسن استغفنی، فتاویٰ عطار بن حمزه، فتاویٰ ناطفی** اور **جامع ظہیر الدین** وغیرہ کتب کو جمع کیا، پھر اس میں سے نوادر و غرائب کو الگ کر کے خزانة الفتاویٰ کا نام دیا۔ (حافظ محمد مطیع، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۲۹۵) اس کے قلمی نسخے پشاور یونی ورسٹی، جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ اور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہیں۔

۷۸- ابو عبد اللہ محمد بن علی خجندی کی اس تالیف میں متقدمین و متاخرین کے فتاویٰ کے ساتھ خاص طور پر قاضی تاج الدین ابو بکر بن احمد اخسیکثی کے فتاویٰ کو شامل کیا گیا ہے۔ بہ قول حاجی خلیفہ یہ مفید کتاب ہے اور اس کا اکثر حصہ فارسی میں ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۲۲۸)

۷۹- علامہ یوسف بن احمد سجستانی (متوفی ۶۲۸ھ) نے اپنی اس تالیف میں علامہ نجم الدین خاصی کے مرتب کردہ **فتاویٰ صغریٰ** کے ساتھ نوادر اور علامہ سراج الدین اوشی کے فتاویٰ کو شامل کیا ہے، اور سین کے حرف کو سراج الدین اوشی کے فتاویٰ کی علامت کے طور پر استعمال کیا ہے، (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۸۸۷) اس کے قلمی نسخے مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد اور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہیں۔

۸۰- شیخ مبارک بن عبد الحق بن نور کی اس فارسی تالیف کا قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں موجود ہے۔

۸۱- گجرات کے قاضی القضاۃ، حماد الدین احمد بن محمد اکرم کی طرف منسوب اس کتاب کو مفتی رکن الدین بن حسام الدین ناگوری اور ان کے صاحب زادے مفتی داؤد نے مل کر نویں صدی ہجری میں مرتب کیا۔ ہندوستان میں مرتب کیے گئے فتاویٰ میں خاص اہمیت کی حامل یہ کتاب ۱۲۴۱ھ میں ہندوستان سے طبع ہوئی تھی، لیکن اس کے مطبوع نسخے بھی نظر نہیں آتے۔ (محمد اسحاق بھٹی، **برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ**، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۳ء، ص ۱۲۶ تا ۱۶۶) البتہ اس کے متعدد قلمی نسخے مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد اور اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور اور پنجاب لائبریری، لاہور اور دیگر کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

قراخانية[۸۲] ۱۰۰- عقد اللآلي ۱۰۱- جواهر أخلاطي[۸۳] ۱۰۲- دستور القضاة[۸۴] ۱۰۳-ملتقط المكية العباسية ۱۰۴-الملتقطات من المسائل الواقعات از ابوالمعالی مسعود بن شجاع (متوفی ۵۹۹ھ) ۱۰۵-عمدة الحكام و نزهة الأحكام از شیخ قاسم حنفی ۱۰۶-فتاوى إبراهيم شاهية[۸۵] ۱۰۷-فتاوى ابن شلبي[۸۶] ۱۰۸- فرائد اللآلي[۸۷] ۱۰۹-جامع الفتاوى[۸۸] ۱۱۰- زبدة الفتاوى[۸۹]

۸۲- جلال الدین فیروز خلجی کے عہد (۶۸۸-۶۹۵ھ) کے نامی گرامی عالم صدر الملۃ والدین، یعقوب مظفر گرامی پالکرمانی کے فتاویٰ کا یہ مجموعہ، جسے ان کی وفات کے بعد قبول قراخان نامی عالم نے مرتب کیا ہے، برصغیر میں مرتب کیے ہوئے فتاویٰ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ (بھٹی، مصدرِ سابق، ص ۶۱ تا ۹۸) اس کے متعدد قلمی نسخے مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں موجود ہیں، تاہم فہرستوں میں اس کا نام **فتاویٰ قران خوانی** کے نام سے لکھا گیا ہے جو غلطی ہے۔

۸۳- برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی نامی عالم کی تالیف ہے۔ اس کا قلمی نسخہ، اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور میں موجود ہے۔ (احمد خان، فهرس المخطوطات العربية في باكستان، ص ۲۱۰) یہ کتاب **فتاویٰ عالمگیریہ** کا ایک ماخذ ہے۔

۸۴- قاضی خواجہ عصمت اللہ صدر الدین رشید تبریزی کی اس تالیف کے قلمی نسخے پشتو اکیڈمی پشاور، پشاور یونی ورسٹی اور پشاور آرکائیوز میں موجود ہیں۔ (احمد خان، مصدرِ سابق، ص ۵۴۳، ۵۷۲)

۸۵- قاضی احمد بن محمد جون پوری (متوفی ۸۷۴ھ) کے مرتب کردہ یہ فتاویٰ، سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی طرف منسوب ہے۔ اس کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ فارسی اور دوسرا عربی میں ہے۔ (بھٹی، مصدرِ سابق، ص ۱۶۷ تا ۱۹۶) اس کا قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں موجود ہے۔

۸۶- ابو العباس شہاب الدین احمد بن یونس معروف بہ ابن شلبی (متوفی ۹۴۷ھ) کے یہ فتاویٰ ان کے پوتے علی بن محمد (متوفی ۱۰۱۰ھ) کے جمع و مرتب کردہ ہیں، اس کے ابواب کی ترتیب کنز الدقائق کے مطابق ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۲۱۸) اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔

۸۷- معتبر کتب فتاویٰ اور شروح سے جمع کیا ہوا یہ مجموعہ فخر الدین یحیی بن عبد اللہ رومی (متوفی ۸۶۴ھ) کی تالیف ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۱۲۴۴)

۸۸- اس نام سے فقہ حنفی کی دو کتابیں ہیں (۱) جامع الفتاویٰ، تالیف امام ناصر الدین محمد بن یوسف سمرقندی (متوفی ۵۵۶ھ) یہ بہت مفید اور معتبر کتاب ہے۔ (۲) جامع الفتاویٰ، تالیف قرق امیر حمیدی (متوفی ۸۸۰ھ) یہ درجے میں پہلی سے کچھ کم ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۱، ص ۵۶۵) موخر الذکر کے قلمی نسخے مکتبہ ظاہریہ دمشق اور ام القریٰ مکہ مکرمہ اور مکتبہ حرم مکی میں موجود ہیں۔

۸۹- خلافت عثمانیہ کے مشہور حنفی فقیہ محمد بن یوسف قرمانی (متوفی ۸۸۶ھ) کی تالیف ہے۔ (زرکلی، الأعلام، ج ۷، ص ۱۵۴)

۱۱۱- ذخيرة الناظر شرح الأشباه والنظائر از علی بن عبد اللہ طوری (متوفی ۱۰۰۴ھ) ۱۱۲- معدودات الفقه از حاکم محمد بن الحسن بن علی بن منصور ۱۱۳- فتاویٰ پورانية از شیخ عبد الوہاب بن بایزید بن ابی سعید پورانی ۱۱۴- فتاوى إسرائيلية[۹۰] ۱۱۵- فتاوى أمينية[۹۱] ۱۱۶-خزانة جلالية ۱۱۷-إجابة السائل[۹۲] ۱۱۸- معين المفتي ۱۱۹- مشكل الأحكام از محمد بن فراموز بن علی معروف بہ ملا خسرو (متوفی ۸۸۵ھ) ۱۲۰- خزانة الروايات[۹۳] ۱۲۱- فتاویٰ عرفية ۱۲۲- مجموعة الروايات ۱۲۳- خلاصة الفقه[۹۴] ۱۲۴-نعيم الألوان ۱۲۵- حسب المفتين[۹۵] ۱۲۶- مطالب المؤمنين[۹۶] ۱۲۷- مختصر أساس

۹۰- شیخ حمید الدین اسرائیل بن دمرک سیماوی کے فتاویٰ کے اس مجموعہ کا نام الهادي في الفتاویٰ ہے۔(حاجی خلیفہ، مصدرِ سابق، ج ۲، ص ۲۰۲۶) اس کا قلمی نسخہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں محفوظ ہے۔

۹۱- اس کے مؤلف محمد امین بن عبید اللہ مومن آبادی (متوفی اندازاً ۱۰۰۰ھ) برصغیر ہی کے کسی علاقے کے باشندے تھے اور انھوں نے یہ کتاب طویل عرصے تک فقہاے بخارا کی علمی مجالس سے مستفید ہونے کے بعد لکھی۔ کتاب فارسی میں ہے لیکن حوالے کے طور پر عربی عبارات بھی درج کی گئی ہیں۔(محمد اسحاق بھٹی، **برصغیر میں علم فقہ**، ص ۱۹۷ تا ۲۲۱) اس کے قلمی نسخے مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد، مسعود لائبریری جھنڈیر میلسی میں موجود ہیں۔

۹۲- صاحب النهر الفائق سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم (متوفی ۱۰۰۵ھ) کی اس تالیف کا مکمل نام إجابة السائل باختصار أنفع الوسائل یہ ابراہیم بن علی طرسوسی کی کتاب أنفع الوسائل کا اختصار ہے۔(اسماعیل پاشا بغدادی، إيضاح المكنون، دار إحياء التراث العربي، بیروت، ج ۱، ص ۲۵) اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔

۹۳- شیخ عبد اللطیف نامی عالم کی اس فارسی تالیف کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد، خانقاہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان میں موجود ہیں۔

۹۴- شیخ عبد اللطیف نامی عالم کی اس فارسی تالیف کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد، خانقاہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان میں موجود ہیں۔

۹۵- ابو المعالی امین بن خواجہ بخاری (متوفی تقریباً ۹۷۰ھ) کی اس تالیف کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور میں موجود ہے۔ (ڈاکٹر احمد خان، فهرس المخطوطات العربيه في باكستان، ص ۱۳۵)

۹۶- حاجی خلیفہ نے اس کا صرف نام ذکر کیا ہے (کشف الظنون، ج ۲: ص ۱۷۱۵) اس کا قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں موجود ہے۔

الدین ۱۲۸- مختصر صلوٰۃ ماچینی[۹۷] ۱۲۹- فتاوی فیروز شاہیہ[۹۸] ۱۳۰- التحفۃ الخانیۃ ۱۳۱-خالصۃ الحقائق ۱۳۲- جواہر اللغۃ ۱۳۳- عین الحیٰوۃ[۹۹] ۱۳۴-ابراہیم شاہی (لغت)

"فاکھۃ البستان" میں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ نگارش

۱- حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے متن کے لیے تو مختصر سے مختصر الفاظ کا انتخاب کیا، لیکن شرح میں بہت زیادہ بسط و تفصیل سے کام لیا ہے، چناں چہ اس مفصل شرح میں متن نے اتنی ہی جگہ گھیری ہے جتنی آٹے میں نمک؛ اس سے ظاہر ہوتا ہے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کو تلخیص و تفصیل دونوں میں یک ساں کمال حاصل تھا کہ تلخیص کرنے پر آئے تو پوری کتاب الذبائح اور کتاب الصید کو ایسے الفاظ میں سمویا کہ کتاب کے متن کو اگر الگ کیا جائے تو دو تین صفحات سے متجاوز نہ ہو، اور جب تفصیل کی تو ایسی کہ تین صفحات کے متن کی تشریح کو دو سو سے زائد صفحات میں پھیلا دیا۔

۲- شرح میں ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ متن و شرح یک جا ہوگئے ہیں اور کہیں بھی متن و شرح کے درمیان دوئی اور بیگانگی کا احساس نہیں ہوتا، بلکہ اگر کسی نسخے میں متن کو شرح سے ممتاز کر کے تحریر نہیں کیا گیا تو اس میں پڑھنے والے کے لیے متن اور شرح میں فرق کرنا مشکل ہے۔

۳- شرح میں نہ صرف موضوع کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لائے، بلکہ بہت سے ذیلی موضوعات اور ایسے ضمنی مباحث کو بھی بھرپور تحقیق کے ساتھ قلم بند کیا ہے جو اس باب سے متعلق تو نہ تھے، لیکن موضوع سے کسی درجہ ربط رکھتے تھے یا زیر بحث مسئلے کی وضاحت ان پر موقوف تھی؛ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الف- ذبیحے کے حلال ہونے کی شرائط کے بارے میں ذبح کرنے والے شخص یا قصاب کی بات معتبر ہوگی یا نہیں؟ اس پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "ویناسب هذا المقام إیراد

۹۷- فضل اللہ بن ایوب ماچینی کی اس تالیف کے متعدد قلمی نسخے مرکز تحقیقاتِ فارسی، اسلام آباد میں موجود ہیں۔

۹۸- اس کا قلمی نسخہ بھی مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

۹۹- بدرالدین محمد بن ابی بکر دمامینی (متوفی ۸۲۷ھ) کی یہ تالیف دراصل ان کے استاد علامہ دمیری کی کتاب حیاۃ الحیوان کا اختصار ہے۔ (حاجی خلیفہ، مصدر سابق، ج۱، ص ۶۹۲) اس کا قلمی نسخہ نیشنل میوزیم، کراچی میں محفوظ ہے۔

فروع تتعلق بالإخبار عن الحلال والحرام"[۱۰۰](اس موقع پر حلال اور حرام کے متعلق فقہی جزئیات کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔)

اس کے بعد تقریباً پانچ صفحات میں تحقیقی کلام کرتے ہوئے حلال و حرام اور دیگر امورِ دیانات کے بارے میں ایک شخص کی خبر اس کے عادل[۱۰۱]، فاسق، مستور الحال[۱۰۲]، نابالغ، مجنون، کافر یا غلام ہونے کی صورت میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟ ان تمام صورتوں کا الگ الگ حکم متعدد فقہی جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ب۔ مرتدّ کے ذبیحے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولما كان معرفة حقيقة الارتداد و تفصيل مسائله من أهم المهمات لابتلاء أكثر الجهال بها، أكثرت ذكرها من **البحر الرائق** وغيره ليكون المؤمن على وقوف منه فيتحرزَ عن تقرّبها وليحصل التمييز بين المرتد وغيره ليبتني عليه حرمة الذبيح وحل أكله.

چوں کہ ارتداد کی حقیقت اور اس کے احکام کی تفصیل کا جاننا نہایت اہم ہے، کیوں کہ ناواقف لوگ بہ کثرت اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس لیے میں **البحر الرائق** اور دیگر کتابوں کے حوالے سے یہاں اس کے مسائل تفصیل سے بیان کرتا ہوں تاکہ اہل ایمان ان کو جان لینے کے بعد ان کے قریب جانے سے بھی بچیں اور مرتد و غیر مرتد کے درمیان فرق معلوم ہو جائے، کیوں کہ اس پر ذبیحے کے حلال و حرام ہونے کا دارومدار ہے۔

پھر تقریباً سات صفحات میں ارتداد، اصولِ تکفیر اور بدعت سے کفر ثابت ہونے یا نہ ہونے جیسے مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے ایسی نادر فقہی جزئیات جمع کی ہیں جن کا ذکر بہت سی کتب فقہ کے "ارتداد" اور "تکفیر" کے ابواب میں نہیں ہے۔

ج۔ کس قسم کے جانوروں کا کھانا جائز ہے اور کس قسم کے جانوروں کا کھانا جائز نہیں؟ اس پر بحث کے اختتام پر درج ذیل نوٹ لائق ملاحظہ ہے "تنبيه في بيان الحيوانات التي أكل منها

۱۰۰۔ "فاكهة البستان"، ص۲۷

۱۰۱۔ گواہی اور خبر کے باب میں "عادل" سے اس کے اصطلاحی معنی مراد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں: "ایسا شخص جو صغیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو اور کبیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو" (قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری، **دستور العلماء أوجامع العلوم في اصطلاحات الفنون**، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۱ھ، ج۲، ص۲۲۱)

۱۰۲۔ یعنی ایسا شخص جس کے بارے میں یہ علم نہ ہو کہ وہ عادل ہے یا فاسق۔ (قاضی عبدالنبی، مرجع سابق، ج۳، ص۱۸۱)

رسول اللہ ﷺ۔"(۱۰۳) (یہ نوٹ ان جانوروں کے بیان میں ہے جن کا گوشت رسول اکرم ﷺ نے تناول فرمایا تھا۔)

پھر مختلف کتب کے حوالوں سے آں حضرت ﷺ کے مرغی، سرخاب، خرگوش، بکری، اونٹ، مرغابی، گائے اور مچھلی وغیرہ کے گوشت تناول فرمانے کی تحقیق پیش کی ہے۔

۴- اختلافی مسائل کی تشریح میں صاحب ہدایہ کا انداز اختیار کرتے ہوئے پہلے راجح قول کو ذکر کرتے ہیں پھر مرجوح قول کو اس کے دلائل کے ساتھ نقل کرنے کے بعد راجح قول کے نقلی اور عقلی دلائل اور اس کی ترجیح کے قرائن ذکر کرتے ہیں، اور ساتھ ساتھ ماتلونا، ماروینا اور ماذکرنا وغیرہ اصطلاحات کا انھی کی طرح استعمال کرتے ہیں، تاہم یہاں تفصیل و تشریح، ہدایہ سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

۵- دلائل میں نقل وروایت کو خاص اہمیت دیتے ہیں اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں مختلف مسائل کو حل کرتے ہیں؛ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الف۔ آں حضرت ﷺ کا اپنے دستِ مبارک سے کسی جانور کو ذبح کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

أما ذبحه ﷺ بيده ففي ثبوته أحاديث كثيرة، منها مارواه مسلم في صحيحه وأبوداؤد والنسائي وغير هم أن رسول الله ﷺ ساق مائة بدنة في حجة الوداع فَنَحَرَ منها ثلاثًا وستين بدنة ثم أعطى عليًا رضي الله عنه فنَحَر ما غبر.

اور آں حضرت ﷺ کا اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا بہت سی احادیث سے ثابت ہے، جن میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کو امام مسلمؒ نے صحیح میں اور امام داؤد اور امام نسائی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ساتھ ۱۰۰ اونٹ قربانی کے لیے لے کر گئے، تو ان میں سے تریسٹھ کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا پھر چھری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی اور بقیہ اونٹوں کو انھوں نے ذبح کیا۔

اس کے بعد مزید چار احادیث نقل کی ہیں جن سے آں حضرت ﷺ کا اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۳- "فاکھة البستان"، ص۱۱۹

ب۔ دھاری دار پتھر وغیرہ سے ذبح کرنا بھی جائز ہے، اس کے ثبوت میں **صحیح بخاری و صحیح مسلم** کی دو احادیث پیش کی ہیں۔

ج۔ ذبح کرنے کے بعد دعا مانگنا جائز ہے، اس کے ثبوت میں امام احمد، امام حاکم، اور امام طبرانی کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اپنی قربانی ذبح کرنے کے بعد اس کی قبولیت کی دعا فرمائی تھی۔

۶۔ جس مسئلے میں ایک ساتھ مختلف قسم کے دلائل ہوں تو ان کو ذکر کرتے ہوئے ان کے درجات کا لحاظ رکھتے ہیں، چناں چہ پہلے آیات پھر احادیث پھر اجماع اور اس کے بعد اگر ہو تو عقلی دلیل ذکر کرتے ہیں، مثلاً متروک التسمیة عامدًا[۱۰۴] کے مسئلے میں احناف کے دلائل ذکر کرتے ہوئے یہ طرز اختیار کیا ہے: ولنا الكتاب والسنة والإجماع، أما الكتاب...وأما السنة... وأما الإجماع...[۱۰۵]

۷۔ "فاكهة البستان" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدومؒ حنفی تھے، مذہب حنفی کے لیے ان کا استدلال مثالی ہے؛ تاہم کہیں بھی آنکھیں میچ کر تقلید نہیں کرتے، بلکہ دلائل کو سامنے رکھ کر پوری فقہی بصیرت کے ساتھ سائل کے سامنے بیان کرتے ہیں۔

۸۔ موصوف فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مفتی بھی تھے، اس لیے افتا کے قواعد اور اصول ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں، چناں چہ حضرات صاحبین رحمہما اللہ کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جن مسائل میں اختلاف ہو اور سابقہ ارباب فتویٰ نے ان میں سے کسی ایک قول پر فتوے کی وضاحت نہ کی ہو، درج ذیل اصول اپناتے ہیں:
"قد تقرر أن الفتوى عند الإطلاق على قول أبي حنيفة ثم بقول أبي يوسف ثم بقول محمد كما في **السراجية** وغيرها."[۱۰۶] (طے شدہ اصول یہ ہے کہ جب کسی قول پر فتوے کی وضاحت نہ ہو تو فتویٰ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہوگا پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر اور پھر امام

۱۰۴۔ یعنی "ایسا جانور جسے ذبح کرتے ہوئے جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔" اس کے حلال یا حرام ہونے میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے۔ احناف کے ہاں یہ حلال نہیں اور شوافع کے ہاں یہ حلال ہے۔

۱۰۵۔ "فاكهة البستان"، ص ۵۵

۱۰۶۔ "فاكهة البستان"، ص ۱۲۷

محمدؒ کے قول پر ہو گا۔) مثلاً ذبح کیے ہوئے جانور کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلنے کے مسئلے[۱۰۷] میں صاحبین کے اختلاف کے باوجود امام ابو حنیفہؒ کے قول ہی کو اختیار کیا ہے، اسی طرح گھوڑے کے گوشت کے مسئلے[۱۰۸] میں بھی امام ابو حنیفہؒ کے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے، البتہ اگر سابقہ اربابِ فتویٰ نے صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہو تو اسی کو اختیار کرتے ہیں، مثلاً تالاب کے اندر گرمی یا سردی کی شدت کی بنا پر مر جانے والی مچھلیوں کے بارے میں امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (اس مسئلے کی تفصیل اگلے صفحات میں آئے گی۔)

۹- جس مسئلے میں خود امام ابو حنیفہؒ سے متعدد اقوال منقول ہوں یا فتاویٰ کا اختلاف ہو، اس میں درج ذیل اصول بیان فرماتے ہیں: "ولا يخفى أن العمل والإفتاء بها في ظاهر الرواية لما في **البحر الرائق** من كتاب الرضاع أن الفتوى إذا اختلف كان الترجيح لظاهر الرواية. انتهى، وهذا أصل حسن يجب حفظه."[۱۰۹] (مخفی نہ رہے کہ عمل اور فتویٰ اس قول کے مطابق ہو گا جو "ظاہر الروایہ"[۱۱۰] میں ہو، اس لیے کہ **البحر الرائق** کی کتاب الرضاع میں لکھا ہے کہ جب اقوالِ فتویٰ میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح ظاہر الروایہ کو ہوتی ہے، اور یہ بہت اچھا اصول ہے جسے یاد رکھنا ضروری ہے۔)

۱۰- مختلف کتبِ فقہ کی عبارات کا اگر آپس میں اختلاف یا تعارض ہو تو پہلے ان کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر یہ ممکن نہ ہو تو کسی ایک کو راجح قرار دیتے ہیں، چناں چہ کتاب میں جابہ

۱۰۷- اگر جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ میں سے مردہ بچہ نکل آئے تو وہ حلال ہو گا یا نہیں؟ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں یہ کسی صورت میں حلال نہیں، جب کہ امام ابو یوسف امام محمد اور دیگر ائمۂ کرام کے ہاں اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس بچے کی تخلیق مکمل ہو چکی تھی تو حلال ہے اور اگر اس کی تخلیق مکمل نہ ہو تو حلال نہیں۔

۱۰۸- گھوڑے کا گوشت امام ابو حنیفہؒ کے ہاں مکروہ تحریمی ہے اور امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک اور امام شافعیؒ کے ہاں حلال ہے۔

۱۰۹- نفس مصدر، ص ۲۱-۲۲

۱۱۰- "ظاہر الروایہ" ان مسائل کو کہا جاتا ہے جو امام محمدؒ کی درج ذیل چھ کتابوں میں مذکور ہوں): (۱) الجامع الصغير (۲) جامع كبير (۳) السير الصغير (۴) السير الكبير (۵) المبسوط (۶) الزيادات۔ عبد الحئی بن عبد الحلیم لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير، کراچی، ادارۃ القرآن، ص ۱۰-۱۱)

جا "والأحسن هو التوفيق" (باہم متعارض عبارات میں موافقت پیدا کرنا بہتر ہے) کے اصول کا ذکر اور اس پر عمل ملتا ہے؛ مثلاً ایک فقہی مسئلہ ہے کہ کسی درندے کے کسی حلال جانور کا سر کاٹ کے دھڑ سے جدا کر دینے کی صورت میں اگر اس جانور میں زندگی کے آثار باقی ہوتے ہوئے اس کو ذبح کر دیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہو گا یا نہیں؟ اس بارے میں کتبِ فقہ کی عبارات باہم متعارض لگتی ہیں، چناں چہ **تجنیس**، **تحفۃ الفقہ** اور **تاتارخانیہ** وغیرہ میں ہے کہ حلال نہیں ہو گا، جب کہ **بزازیہ** اور **یتیمۃ الفتاویٰ** وغیرہ میں ہے کہ حلال ہو گا، اس تعارض کو درج ذیل پیرائے میں کس خوبی سے رفع کیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

والتوفيق بين المسئلتين أحسن، وذلک بأن تحمل الروايات المنقولة أوّلًا على أن الذئب قطع الرأس بتمامه، وتحمل الروايات المنقولة ثانيا على ما إذا قطع أقل من نصف الرأس؛ لأن قولهم: "تحلّ بالذبح بين اللبة واللحيين" يدلّ على بقاء موضع الذكوٰة ولا بقاء له بعد قطع الرأس كله.[111]

دونوں مسئلوں میں موافقت پیدا کرنا بہتر ہے اور موافقت اس طرح ہو گی کہ پہلی قسم کی روایات کو اس صورت کے بارے میں قرار دیا جائے جب بھیڑیے نے جانور کا پورا سر کاٹ لیا ہو (اور ذبح کی جگہ باقی نہ رہی ہو، چناں چہ اس صورت میں ذبح ممکن نہ ہونے کی وجہ سے وہ جانور حلال نہیں ہو گا) جب کہ دوسری قسم کی روایات کو اس صورت کے بارے میں قرار دیا جائے جب بھیڑیے نے آدھے سے کم سر کاٹا ہو (اور ذبح کی جگہ باقی ہو، چناں چہ ذبح ہو جانے کی وجہ سے وہ حلال ہو گا) اس لیے کہ ان دوسری قسم کی روایات میں یہ کہنا کہ "وہ جانور سینے اور جبڑوں کے درمیان ذبح کرنے سے حلال ہو گا" اس بات کا قرینہ ہے کہ اس صورت میں ذبح کرنے کی جگہ باقی ہو گی جب کہ پورا سر کاٹ لینے کی صورت میں تو ذبح کی جگہ ہی باقی نہ رہے گی۔ (پھر اس کو ذبح کرنا اور اس کا حلال ہونا کیوں کر ممکن ہو گا؟)

۱۱- فقہی کتابوں کے مصنفین اور شارحین کے کلام کو نقل کرتے ہوئے حسب موقع تائید، تنقید، تردید اور تقیید و اضافہ کا معاملہ کرتے ہیں، ان کے سوالات یا اعتراضات کے جواب دیتے ہیں، ان کے سہو اور فروگزاشتوں کی نشان دہی بھی کرتے ہیں؛ لیکن اس میں ہمیشہ پاسِ ادب ملحوظ رہتا ہے، کہیں بھی اپنے لیے بڑائی اور جن کی غلطی کی وضاحت کر رہے ہیں، ان کے لیے تحقیر کا پہلو نہیں آتا؛ اس کی ایک مثال

۱۱۱- "فاكهة البستان"، ص۱۷

ملاحظہ فرمائیں: ”فعلم من هذا التحقيق أن ما ذكر في القراخانية و تحفة الفقه من الخلاصة أنه لو قال ”الشكر لله، لم تحل الذبيحة“ غير صحيح بل هو سبق قلم من ناسخ.“ الخلاصة، ص ۵٦ (اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فتاویٰ قراخانیہ اور تحفۃ الفقہ میں خلاصۃ الفتاویٰ کے حوالے سے جو یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کسی نے ذبح کے وقت ”تمام شکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے“ کہا تو ذبیحہ حلال نہیں ہو گا، یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ خلاصہ الفتاویٰ کے کاتب کی سبقت قلم کا نتیجہ ہے۔)

۱۲- ایسے مسائل جو بہ ظاہر آپس میں ملتے جلتے نظر آئیں اور در حقیقت ان میں فرق ہو تو ان کے مابین فرق کی وضاحت کرتے ہیں، اور جب کسی کلیہ کے تحت ”فروع“ یا ”ومما يتفرع عليه“ کا عنوان دے کر فقہی جزئیات کا ڈھیر لگا دیتے ہیں تو علامہ ابن نجیمؒ اور ان کی کتاب الأشباه والنظائر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اسی طرح کسی قاعدے یا کلیے سے مستثنیٰ مسائل کے بیان میں بھی انھی کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں؛ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الف- ”والمختار أن كل شيء ذبح وهو حي، حل أكله ولا توقيت فيه ... ويُسْتَثْنٰى منه مسائل خمس“.[۱۱۲] (اور قابل اختیار اصول یہ ہے کہ ہر وہ (حلال) جانور جسے زندہ ہونے کی حالت میں ذبح کر دیا جائے اسے کھانا حلال ہے اور اس میں وقت کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔۔۔ البتہ اس اصول سے پانچ مسائل مستثنیٰ ہیں۔) پھر تقریباً ایک صفحے کے بہ قدر بحث کر کے ان پانچ مستثنیٰ مسائل کی وضاحت کی ہے۔

ب- وقد ظهر من كلام صاحب القنية فائدة؛ هي أن كل شيء اختلط معه أجزاء حيوان غير مأكول، ولو غير دموي، لايحل أكله. قلت: ويستشنى منه ما في مطالب المؤمنين وعبارته هذه: لا يحل الميتة إلا السمک والجراد و ما في معناهما مما يستحيل تميزها من الأطعمة كدود الجبن والتفاح؛ فإن الاحتراز عنها غير ممكن. انتهى. وهذه من أعظم الفوائد فكن على بصيرة من ذلک.[۱۱۳]

اور صاحب قنیہ کی بات سے یہ مفید اصول سامنے آیا کہ جس چیز میں کسی ایسے جانور کے بدن کے اجزا شامل ہو جائیں جس کا کھانا جائز نہیں، خواہ وہ جانور خون سے خالی ہی کیوں نہ ہو، تو اس چیز کو کھانا جائز نہیں ہو گا۔ میرا کہنا یہ

۱۱۲- ”فاكهة البستان“، ص٦٦

۱۱۳- نفس مصدر، ص ۱۲۸

ہے کہ اس اصول سے اس بات کو مستثنیٰ قرار دیا جائے جو مطالب المؤمنین میں مذکور ہے، اور وہ یہ ہے کہ مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ کوئی مری ہوئی چیز حلال نہیں ہے، اور اسی طرح وہ جانور، جنھیں کھانے کی چیز سے جدا کرنا ممکن نہیں، مثلاً پنیر اور سیب وغیرہ کا کیڑا بھی مچھلی وغیرہ کے حکم میں ہو کر حلال ہے؛ کیوں کہ اس سے بچنا ممکن نہیں (لہٰذا پنیر اور سیب وغیرہ کھانے کی چیزوں میں اگر کچھ کیڑے ہوں تو اس سے ان چیزوں کا کھانا ناجائز نہیں ہوگا) اور یہ بڑے فائدے کی بات ہے، اس لیے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

۱۳- الحاصل کا عنوان قائم کرکے الجھی ہوئی یا کئی کئی صفحات پر مشتمل طویل ابحاث کا خلاصہ ایسے دل نشین انداز سے پیش کرتے ہیں کہ چند الفاظ میں وہ ساری بحث ذہن نشین ہو جاتی ہے، مثلاً گھوڑے کے گوشت کے بارے میں تقریباً دو صفحات پر محیط بحث کرنے کے بعد اس طرح اس کا خلاصہ پیش فرماتے ہیں: "فالحاصل أن في لحم الخيل ولبنه أربع روايات الحرمة وكراهة التحريم والتنزيه والحل، وقد مر كله."[۱۱۴] (ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ گھوڑے کے گوشت اور دودھ کے بارے میں چار روایات ہیں: (۱) حرام (۲) مکروہِ تحریمی ہے (۳) مکروہِ تنزیہی ہے۔ (۴) حلال ہے؛ ان چاروں کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔)

۱۴- کسی اہم بات کے بیان سے پہلے اس کی اہمیت کے مطابق اعلم یا وما ينبغي أن يعلم یا وما يجب أن يعلم کے الفاظ لاتے ہیں اور جو بات زیادہ اہمیت کی حامل ہو اس کے آخر میں وهذه فائدة حسنة يجب حفظها کا تنبیہی نوٹ بھی استعمال فرماتے ہیں۔

۱۵- مشکل الفاظ کی حرکات کے ضبط اور معتبر لغات سے ان کے معانی کی وضاحت کا اہتمام فرماتے ہیں اور اس میں عربی و فارسی دونوں زبانوں کی لغات سے برابر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الف: ذبح کے وقت جن رگوں کو کاٹنا ضروری ہے ان میں کھانے پینے کی نالی بھی شامل ہے، اسے عربی میں مـــريء کہتے ہیں۔ اس کا ضبط ذرا مشکل ہے، اس لیے اس کو ضبط کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: المريء هو مهموز اللام على وزن الأمير، كما في صحاح

۱۱۴- نفس مصدر، ص ۹۱

الجــوهري. (یہ لفظ مــرِيء مہموز اللام ہے(یعنی اس کا آخری حرف ہمزہ ہے) یہ لفظ أمیرٌ کے وزن پر ہے، جیسا کہ امام جوہریؒ کی صحاح میں ہے۔)

ب: اسی طرح وَرِیْدٌ نامی رگ کے معنی بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "وفي **شمس العلوم** من كتب اللغة: اَلْوِرَيْدَانِ عرقان جليلان يكتنفان صفحتي العنق." (اور **شمس العلوم** نامی لغت کی کتاب میں لکھا ہے کہ "ورید" نام کی دو رگیں ہیں جو گردن کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔(یعنی دائیں اور بائیں ہوتی ہیں۔)

ج: مُبَرْسَمْ یعنی بِرْسامٌ نامی بیماری میں مبتلا شخص کا ذبیحہ حلال ہوتا ہے بہ شرطے کہ ذبح کے وقت اس کو تسمیہ کی سمجھ بوجھ ہو اور اس کا ضبط برقرار ہو؛ اس مسئلے کے تحت "بِرْسَام" کا معنی سمجھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"والبرسام بالکسر ورمی است کہ نزدیک پہلوی چپ پیدا شود، صاحبش ھذیان گوید وآنرا شوصہ و ذات الجنب گویند" کذا فی **منتخب اللغات**۔[۱۱۵] (اور "بِرْسَام"، "ب" کے زیر کے ساتھ یہ ایک بیماری کا نام ہے جس میں بائیں پہلو میں ورم پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں مبتلا شخص ہذیان کا شکار ہو جاتا ہے، اسے "شَوْصَہ" اور "ذات الجنب" بھی کہتے ہیں، جیسا کہ **منتخب اللغات** میں مذکور ہے۔)

غرض کہ اس کتاب کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک سطر اپنے لکھنے والے کے تفقہِ نفسی اور علمی رسوخ کی جیتی جاگتی دلیل ہے، جس میں فقہ و فتویٰ کے اصولوں کو جاری کرنے کا عملی نمونہ موجود ہے۔

عصرِ حاضر کے چند اہم مسائل میں "فاکھة البستان" کی راہ نمائی

۱- غیر مسلم ممالک میں رہنے یا غیر ملکی ہوائی جہازوں میں سفر کرنے والے مسلمانوں کو "ذبیحہ" کا مسئلہ ضرور پیش آتا ہے، مشہور یہ ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، لیکن اس بارے میں حضرت مخدومناؒ

۱۱۵- نفس مصدر، ص ۳۷

نے السراج الوھاج وغیرہ کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں جن اہل کتاب کا ذکر ہے وہ اب موجود نہیں، اور جو موجود ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود مانتے ہیں، یہ لوگ اہل کتاب کے بجائے "اہل شرک" کے زمرے میں آتے ہیں، لہٰذا ان کا ذبیحہ حلال نہیں اور ان سے نکاح بھی جائز نہیں، پھر مبسوط شیخ الإسلام اور البحر الرائق کے حوالے سے اس پر فتویٰ نقل کیا ہے۔

۲- جن لوگوں کے فش فارم (Fish Farm) ہیں انھیں یہ مسئلہ کثرت سے پیش آتا ہے کہ گرمی یا سردی کی شدت کی وجہ سے مچھلیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد تالابوں میں مر جاتی ہے، اب ان مچھلیوں کا کیا کیا جائے؟ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں ایسی مچھلی کھانا جائز نہیں، جب کہ امام محمدؒ کے ہاں جائز ہے۔ حضرت مخدومؒ نے فتاویٰ غیاثیہ، سراجیہ، حمادیہ، قاضی خان، خزانۃ المفتین، فتاویٰ ابراہیم شاھیہ، تاتارخانیہ وغیرہ کے حوالے سے فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر نقل کیا ہے اور عام لوگوں کی سہولت اور آسانی کے پیش نظر خود بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

۳- جھینگے کے مچھلی ہونے نہ ہونے کا مسئلہ ماضی قریب میں علمائے کرام کے درمیان موضوع بحث رہا، بڑی ردوکد کے بعد اکثریت نے اس کو مچھلی تسلیم کر کے اس کے کھانے کو جائز قرار دیا، جب کہ ایک طبقہ تو ابھی تک اس کو مچھلی تسلیم کرنے پر تیار نہیں، حالاں کہ حضرت مخدومؒ "فاکھة البستان" میں آج سے تقریباً تین سو سال قبل اس پر بحث کرتے ہوئے دونوں طرف کی رائے ذکر کرنے کے بعد اس کی حلت کے قول کو راجح قرار دے چکے ہیں۔

۴- اسی طرح "حرام مغز" کو ہمارے بعض اربابِ فتویٰ نے مکروہ لکھا جب کہ بعض نے کہا کہ یہ حرام یا مکروہ نہیں، حالاں کہ حضرت مخدومؒ نے اس میں بھی دونوں طرف کی آرا ذکر کرنے کے بعد مکروہ نہ ہونے پر فتویٰ دیا ہے۔

۵- آج کل جانوروں کی ہڈیوں سے مختلف بیماریوں کے علاج کے لیے دوائیں تیار کی جاتی ہیں، حضرت مخدومؒ کے بیان سے اس بارے میں یہ راہ نمائی ملتی ہے کہ انسان یا خنزیر کی ہڈی کو بطور دوا استعمال کرنا ناجائز ہے، البتہ ان کے علاوہ کسی جانور کی ہڈی ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ ذبح کیے گئے جانور کی ہڈی ہے تو خشک اور تر دونوں حالتوں میں بہ طور دوا اس کا استعمال جائز ہے اور اگر غیر مذبوح جانور کی ہڈی ہے

تو تر ہونے کی حالت میں اس کا استعمال جائز نہیں، البتہ خشک ہونے کے بعد اس کا استعمال بھی جائز ہے۔[۱۱۶]

"فاكهة البستان" کے قلمی نسخے

برصغیر ہندوپاک کے متعدد کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں جن میں سے چند کے مختصر کوائف درج ذیل ہیں:

۱- خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور پٹنہ[۱۱۷] نمبر ۱۸۰۲، اوراق ۲۵۷، سطور ۲۰، نسخ، تاریخ کتابت ۱۱۳۲ھ

۲- علامہ آئی آئی قاضی لائبریری سندھ یونی ورسٹی جام شورو، حیدرآباد[۱۱۸] نمبر ۳۵، اوراق ۳۰۳، نسخ، کاتب: نور محمد بن حافظ جمعہ، تاریخ کتابت ندارد

۳- سندھیالوجی ڈیپارٹمنٹ لائبریری، سندھ یونی ورسٹی جام شورو، حیدرآباد[۱۱۹] نمبر ۱۰۳، صفحات ۳۱۲، کاتب: عبدالرحمن بن حافظ محمد یعقوب، سن کتابت ندارد، سائز ۸×۱۱

۴- درسگاہ چوٹیاری سانگھڑ۔[۱۲۰] نمبر ۱۲۲، کاتب: عبدالرحمن بن حافظ محمد یعقوب۔

۵- مکتبہ معروفیہ، ٹھیاری[۱۲۱] نمبر ۱۲۷، اوراق ۱۹۲، سطور ۱۷، نسخ، سائز ۱۷×۲۱، کاتب: محمد مقیم بن محمد کامل ستھو ملقب قانون گوئی، تاریخ کتابت ۱۲۹۹ھ

۱۱۶- یہ تفصیل اس وقت ہے جب کہ ہڈی کو اسی طرح استعمال کیا جائے، لیکن اگر ہڈی کو کیمیاوی عمل سے گزارنے اور کیمیاوی عمل کے ذریعے سے اس کی ماہیت تبدیل کرنے کے بعد دوا کے طور پر استعمال کیا جائے تو بغیر کسی کے تفصیل کے اس کا استعمال درست ہے۔

۱۱۷- مولوی عبدالحمید، مفتاح الكنوز الخفية، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۲۰۰۵ء، ج، ص ۱۱۹

۱۱۸- مخدوم سلیم اللہ صدیقی، خزنية المخطوطات، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۶ء، ج ۱، ص ۱۵۱

۱۱۹- صدیقی، نفس مصدر، ج ۱، ص ۷۵

۱۲۰- صدیقی، نفس مصدر، ج ۱، ص ۴۵۷

۱۲۱- صدیقی، نفس مصدر، ج ۱، ص ۴۹۵

۶- مکتبہ مدرسہ کنز العلوم سومرانی شریف رستم شکارپور[۱۲۲] نمبر ۶۵، اوراق ۱۰۰، سطور ۲۳، کاتب: سلطان بن حسین بن سلطان، تاریخ کتابت ندارد

۷- کتب خانہ درگاہ شریف پیر صاحب پاگارہ، پیر جو گوٹھ، خیرپور[۱۲۳] نمبر ۳۱۸، کاتب: دین محمد، تاریخ کتابت ۱۲۷۱ھ

۸- کتب خانہ مولانا ابراہیم خلیل اللہ، بستی شہلانی، تونسہ، ضلع ڈیرہ غازی خان

۹- قاسمیہ لائبریری، کنڈیارو، ضلع نوشہرو فیروز

ان کے علاوہ بھی سندھ کے کئی معروف و غیر معروف کتب خانوں میں اس بے مثال فقہی تالیف کے قلمی نسخے موجود ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان قلمی نسخوں کو پیش نظر رکھ کر اس کتاب کی ایسی خدمت کی جائے جو اس کے شایانِ شان ہو[۱۲۴] اور اسے شائع کر کے عالمی سطح پر متعارف کروایا جائے تاکہ دنیا بھر کے اہل علم اس چشمۂ فیض سے سیراب ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو ایسی علمی خدمات کا بھرپور صلہ اور ہمیں ان کی خدمت اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

۱۲۲- صدیقی، نفس مصدر، ج ۱، ص ۶۲۵

۱۲۳- فہرست مخطوطات لائبریری پیر صاحب پاگارہ، غیر مطبوع، ص ۷۴

۱۲۴- سید احمد اقبال قاسمی نے ۱۹۷۸ء میں ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا کے زیر نگرانی "فاکھۃ البستان" کی کتاب الذبائح پر اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ مکمل کیا تھا، لیکن وہ نامکمل ہونے کی وجہ سے طباعت کے قابل نہیں۔